فتاویٰ علمائے حدیث

مولانا ابوالحسنات علی محمد صاحب سعیدی

مکتبہ سعیدیہ خانیوال

فَسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد ہشتم

کتاب الحج

ترتیب : ابو الحسنات علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان

ناشر

مکتبہ سعیدیہ خانیوال (ملتان)

مآخذ فتاویٰ علمائے حدیث "کتاب الحج"

فتاویٰ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ م ۱۲۳۹ھ
فتاویٰ نذیریہ دہلی
فتاویٰ ثنائیہ امرتسر
فتاویٰ غزنویہ
فتاویٰ ستاریہ
فتاویٰ عبدالحی لکھنوی
فتاویٰ اہلحدیث روپڑی لاہور
فتاویٰ اخبار محمدی دہلی
فتاویٰ اخبار الاعتصام لاہور

فتاویٰ اخبار اہلحدیث سوہدرہ
فتاویٰ تنظیم اہلحدیث لاہور
فتاویٰ اخبار اہلحدیث دہلی
فتاویٰ محدث دہلی
فتاویٰ اخبار اہلحدیث گزٹ دہلی
فتاویٰ اخبار اہلحدیث لاہور
فتاویٰ اخبار قوانین فطرت سوہدرہ گوجرانوالہ
فتاویٰ سوالات کے جوابات مطبوعہ دہلی

نام کتاب :- ________ فتاویٰ علمائے حدیث کتاب الحج جلد ۷

نام مرتب :- ________ ابوالحسنات علی محمد سعیدی خانیوال

کتابت :- ________ عبدالجبار آزاد ولد منیر رقم خوشنویس چک ۴۲/۵ ای بی بورے والہ ضلع وہاڑی

طباعت :- ________ شاہ اینڈ سنز پروسس پرنٹرز حیر طیجی روڈ لاہور

تاریخ :- ________ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ

تعداد :- ________ ۱۰۰۰

ناشر :- ________

قیمت :- ________ ۱۵/۰۰

ملنے کا پتہ :- ________ مکتبہ سعیدیہ خانیوال۔ ضلع ملتان۔ پاکستان

قیمت مکمل سیٹ ۸ جلدیں ۱۵۵/۰۰

مفتیان فتاویٰ کتاب الحج

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ م ۱۲۳۹ھ
مولانا سید نذیر حسین محدث دہلویؒ م ۱۳۲۰ھ
مولانا عبدالجبار غزنوی امرتسریؒ م ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء
مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ م ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۵ء
مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ م ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸ء
مولانا عبدالجبار عمرپوریؒ م ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء
مولانا سید عبدالسلام دہلویؒ م ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۶ء
مولانا سید ابوالحسن دہلویؒ م
مولانا سید عبدالحفیظ دہلویؒ م ۱۳۲۹ھ
مولانا سید سلیمان ندویؒ م ۱۳۷۳ھ
مولانا سید داؤد غزنویؒ م ۱۳ھ ۱۹۶۳ء
مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ م ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء
مولانا عبدالحی لکھنویؒ م ھ
مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ م ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء
مولانا حافظ عبداللہ روپڑیؒ م ۱۳۸۴ھ
مولانا ابوسعید محمد شرف الدین دہلویؒ م ۱۳۸۱ھ
مولانا ابوالوفا ثناءاللہ امرتسریؒ م ۱۳۶۸ھ
مولانا عبدالسلام بستوی دہلویؒ م ۱۳۹۴ھ
مولانا نورالدین بہاریؒ م
مولانا ابوتراب عبدالوہابؒ م ۱۳۳۱ھ

مولانا احمد علی رحمہ اللہ م
مولانا احمد رحمہ اللہ م
مولانا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ م
مولانا عبدالقہار رامامیہ کراچی مدظلہ
مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی مدظلہ
مولانا ابوالبشارا میر احمد سہسوانی رح م
مولانا ابوعبداللہ عبدالرحمٰن ولائتی رح م
مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری مدظلہ
مولانا محمد یونس دہلوی رح م ۱۳۸۶ھ
مولانا عین الدین رح م
مولانا محمد داؤد راز دہلوی مدظلہ
مولانا محمد کلس گاماں قصوری لاہوری
مولانا عبدالرحیم فیرو وٹواں شیخوپورہ مدظلہ
مولانا عبداللطیف جوناگڑھی رح
مولانا سید احمد لکھنویؒ
نواب سید صدیق حسن رح م ۱۳۰۷ھ
مولانا عبدالعزیز بن باز مدینہ منورہ مدظلہ
مولانا عبدالقادر عارف حصاری مدظلہ
مولانا ابومحمد عبدالستار دہلوی رح م
مولانا خلیل الرحمٰن رحمہ اللہ م

فہرست مضامین فتاویٰ علمائے حدیث کتاب الحج

افتتاحیہ

از حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

حج اسلام کا چوتھا رکن ہے، اور ہر استطاعت رکھنے والے مسلمان پر عمر بھر میں ایک دفعہ فرض ہے، یہ دنیائے اسلام کی روحانی شہنشاہی کا وہ دربار عام ہے جس میں ہر سال وہ درباری شریک ہوتے ہیں جن کو توفیق الٰہی زمین کے گوشے گوشے سے کھینچ کر عرفات کے میدان میں جمع کر دیتی ہے، اسلام کا یہ دربار عام اخوت اسلامی کا پیغام ہے، تمام اونچے نیچے، گدا اور شاہ، امیر و غریب سب ایک جگہ۔ ایک لباس۔ ایک حالت۔ ایک کیف میں سر برہنہ ایک چادر میں لپٹے لبّیک اللّٰھم لبّیک پکارتے ہیں، یعنی آقا کی پکار پر بندوں کی طرف سے حاضری و حضوری کا شور برپا ہوتا ہے۔ یہ اس اجتماع کا مظاہرہ ہے، جو آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے عہد میں کرتے آئے ہیں۔ اس مقدس سرزمین میں ہر حامل نبوت نے والہانہ قدم رکھا ہے، اور وہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانے میں انبیاء کی مثالی صورتیں چلتی پھرتی نظر آئی ہیں، کس قدر خوش قسمت ہیں، وہ انسان جن کو اپنی عمر میں کم از کم ایک دفعہ ان مقدس مقامات کی حاضری و مشاہدہ انبیاء کی زیارت کی شرف یابی نصیب ہوتی ہے۔ مسلمان جو روئے زمین پر پراگندہ اور دنیا کے بر اعظموں اور جزیروں میں منتشر ملکوں اور شہروں میں پھیلے، اور پہاڑوں اور صحراؤں اور ریگستانوں میں بچھڑے ہوئے ہیں، سال میں ایک دفعہ وہ دن آتا ہے، جب ہر گوشے سے ان کے نمائندے دریاؤں اور صحراؤں کو طے کر کے خشک اور بنجر سرزمین میں جس کو صرف رحمت الٰہی کے چھینٹے سیراب کرتے ہیں، جمع ہوتے ہیں، اور دیکھنے والے کو امت محمدیؐ کی موجودہ حالت اور کیفیت ایک نظر میں معلوم ہوتی ہے۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ (حج) اور اے ابراہیم۔ لوگوں میں حج کی پکار دے، لوگ تیرے پاس پیادہ پا آئیں گے، اور مشقت سفر سے۔ دبلی پتلی سواریوں پر جو ہر دور دراز سے آئیں گی، تاکہ وہ اپنے فائدوں کے مقاموں میں حاضر ہوں اور چند مقررہ ایام میں خدا کا نام لیں۔

جلوۂ طور عشق کے بازار میں جب یہ صدائے عام دی گئی، اس وقت سے لے کر آج تک سالانہ لبّیک کی جوابی آوازیں برابر دنیا کے کانوں میں آتی رہی ہیں، اب یہ دور ہمارے زمانے تک پہونچا ہے۔ اور اب ہم پر فرض ہے کہ اس ربانی پکار کی آواز کو سنیں اور لبّیک اللّٰھم لبّیک کہتے ہوئے ہر دور دراز راستے سے اجتماعی و ملی روحانی منافع کے مقامات میں حاضری دیں، اور چند مقررہ دنوں میں فاران کی چوٹیوں پر چڑھ کر طور کا جلوہ دیکھیں، خاتم نبوت

صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری امت کو جو قیامت کے خزانہ رحمت کی حامل نگہبان بنائی گئی ہے، یہ حکم ملا ہے، وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ۝ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کا حج فرض کرتا ہے، جس کو وہاں تک جانیکی استطاعت ہو، اس حکم نے ملت حنیفی کی اس آخری امت پر جس کا نام مسلمان ہے، حج کو قیامت تک کے لیے فرض کر دیا، ہر اس مسلمان پر جو بہ صحیح و تندرست ہے، اور جس کے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ اپنی غیر حاضری میں اہل و عیال کے گذارے کا سامان کر کے سفر حج کے مصارف اٹھا سکتا ہے، عمر میں ایک دفعہ اس فرض کا ادا کرنا ضروری ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ خداوندا جو تیرے راہ میں چل کر اس فرض کو ادا کریں، ان کے گناہ تیرے دربار سے معاف ہوں وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (بقرہ) اور اے خدا ہم کو ہمارے حج کے دستور اور قاعدے دکھا، اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع ہو، بے شک تو ہی رحمت کے ساتھ بندوں پر رجوع ہونے والا، اور ان پر رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت ابراہیم کی دوسری دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی قبول ہوئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عن ابی ھریرۃ قال سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ (بخاری مسلم) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جس نے حج کیا اور اس میں گناہ کا مرتکب نہیں ہوا تو وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو کر لوٹا جیسا کہ وہ اس دن تھا، جب اس کی ماں نے اس کو جنا۔

دینی اور دنیوی فوائد جس طرح آگ کی بھٹی دھاتوں کی میل کچیل کو مٹا کر ان کو نکھار دیتی ہے، اسی طرح حج کی بھٹی گناہوں کے میل کچیل کو جلا کر مسلمان کو پاک کر دیتی ہے، اور اس کو یہ پے در پے سفر چست و چالاک تجربہ کار بنا کر تجارت اور کام کا شائق کر کے بابرکت بنا دیتا ہے جس سے اس کی محتاجی دور ہو جاتی ہے، عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانہما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ ولیس للحجۃ المبرورۃ ثواب الا الجنۃ۔ عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کیا کرو، کہ یہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو ایسا صاف کرتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کچیل کو نیکی سے بھرے ہوئے حج کا ثواب جنت ہی ہے۔

عرفات کے محشر میں جب لاکھوں بندگان خدا کھلے سر، گرد و غبار میں اٹے، چادریں لپیٹے چلچلاتی دھوپ میں کھڑے ہاتھ پھیلائے، حسرت و ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے بارگاہ بے نیاز میں توبہ و استغفار کرتے ہیں، تو

ا ؎ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۳۔

اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں وہ جوش و خروش ہوتا ہے کہ گناہوں کا خس و خاشاک اس کے سیلاب میں بہہ جاتا ہے، قالت عائشۃ ؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من یوم اکثر من ان یعتق اللہ فیہ عبدا من النار من یوم عرفۃ وانہ لیدنو ثم یباھی بھم الملئکۃ فیقول ما اراد ھؤلاء (مسلم) عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے دن سے بڑھ کر کوئی دوسرا دن نہیں جس میں اللہ بندے کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے، وہ اس دن نزدیک آتا ہے، پھر فرشتوں کے سامنے اپنے ان بندوں پر فخر کرتا ہے، اور فرماتا ہے۔ کہ میری خوشنودی کے سوا یہ اور کیا چاہتے ہیں

اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر کھڑی کی گئی ہے، ان میں سے ایک حج بھی ہے، عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان (بخاری) ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے، اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز درست کرنا، زکوٰۃ دینا، اور حج کرنا، اور رمضان کے روزہ رکھنا۔

دردناک وعید | بیت اللہ دین محمدی کی سلطنت کا پایہ تخت ہے، یہی وہ جغرافیائی مرکز ہے جو تمام عالم کے مسلمانوں کو ان کے انتشار، پراگندگی، اور پھیلاؤ کے باوجود سال میں ایک دفعہ اپنے دامن میں سمیٹ کر وحدت عمومی کے نقطہ پر جمع کر دیتا ہے، اسی لئے اس بیت اللہ کا حج کفر و ایمان کے درمیان حد فاصل ہے، جس کو اس درگاہ سے روگردانی ہو، وہ دین محمدی کے دائرے سے باہر ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ (آل عمران پ۴) اور ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کا حج فرض کرتا ہے، جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں، اور جو کفر، انکار کرے تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے، استطاعت کے باوجود حج کے ادا کرنے سے روگرداں ہونے کو اللہ تعالیٰ نے کفر فرمایا ہے، اور وعید فرمائی ہے کہ اس پتھر اور چونے سے بنے ہوئے گھر میں جا کر حج کے مراسم ادا کرنے سے کچھ اس کی ذات اقدس برتر نہیں ہوتی۔ بلکہ جو کچھ ہے وہ تمہارے لئے ہے، چنانچہ اس آیت پاک کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ علیہ فرماتے ہیں۔ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا۔ (ترمذی) حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ فرمایا خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زاد سفر اور اس سواری کا مالک ہو جو اس کو خانہ کعبہ تک پہنچا دے اور حج نہ

۱؎ مشکوٰۃ شریف ص۲۲۵۔ ۲؎ مشکوٰۃ شریف ص۱۲۔

کرے، تو اس پر کچھ نہیں کہ وہ یہودی ہوکر مرے یا عیسائی ہوکر۔ یعنی اس ابراہیمی مرکز عبادت کا تعلق ہی ایک ایسی چیز ہے، جو مسلمان کو یہودی و عیسائی سے علیحدہ و ممتاز کرتا ہے، اب آج ان احکام کو سامنے رکھ کر ان صاحب استطاعت مسلمانوں کو غور کرنا ہے، جو ہنوز اس فرض سے سبکدوش نہیں ہوئے کہ آیا وہ مسلمان رہ کر مرنا چاہتے ہیں یا یہودی و عیسائی ہوکر جو آغاز اسلام کے اس قبلہ کو ویران اور دین محمدی کے اس فرض کو جو آدم سے لے کر ابراہیم، اور ابراہیم سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ادا ہوتا رہا ہے، اس کو ادا کریں اور ان مشاہدات کی زیارت اور ادائے مناسک سے دیدہ و دل کو پر نور و مسرور کریں جو انبیاء علیہم السّلام کی یادگاریں اور شعائر الٰہی کی تعظیمیں ہیں، اور قبول و استجابت کے مکان و محل میں چلیں کہ بیت اللہ، صفا و مروہ، میزاب، مشعر حرام عرفات و مزدلفہ میں کھڑے ہو ہوکر اپنی مغفرت کی دعا کریں، اور قوم و ملت کی فلاح کی تدبیریں سوچیں، اور ان پہاڑیوں کو دیکھیں، جہاں خدا کے رسول نے محبت کی قربانی کی، اس گھر میں دوگانہ ادا کریں جس کے معمار و مزدور دو مقدس رسول تھے، جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی پائی، انہوں نے ظہور کیا، قرآن نازل ہوا، رسول گویا ہوئے فرشتے اُترے، جبرائیل پیغام لائے وغیرہ۔ زندگی کا اعتبار نہیں مال و دولت کا بھروسہ نہیں جو دم ہے، غنیمت ہے، جو موقع آج ہے اس کے کل کے سوچنے کی مہلت نہیں، اس سے پہلے کہ آخرت کا سفر در پیش ہو، اس فریضے کے سفر سے سبکدوش ہوجائے۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اَلْحَمْدُ لَكَ وَالشُّكْرُ لَكَ ؀

(اخبار محمدی دہلی ۱۹۲۱ء۔ فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۹۰)

حج کی تاریخ اور اُس کی اہمیت

از

مولانا سیّد داؤد [illegible]

موجودہ زمانے کے علوم و تمدن کی یہ سب سے بڑی برکت بتائی جاتی ہے کہ نقل و حمل کے وسائل اور سیر و حرکت کے حیرت انگیز ذرائع نے قوموں اور ملکوں کا تفرقہ دور کر دیا ہے، بحر و بر کے ڈانڈے مل گئے ہیں، اور ساری دنیا ایسی ہو گئی ہے، جیسے ایک مسلسل آبادی کے مختلف محلے اور حصے ہوتے ہیں۔

لیکن اس پر بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ ملکوں کا بعد جس قدر کم ہوتا جاتا ہے، اور قوموں کو ایک دوسرے کے قرب کی آسانیاں مہیا ہو رہی ہیں، دل اور دماغ کا تفرقہ اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے، جس قدر تیزی سے بیسویں صدی کی موٹریں دوڑ رہی ہیں، اور ہوائی جہاز فضائے آسمانی میں تیر رہے ہیں، اتنی ہی تیزی سے قوموں کے دل بھی ایک دوسرے سے دور اور برگشتہ ہو رہے ہیں۔

لیکن آج سے تیرہ سو برس پہلے جب دنیا موجودہ زمانے کے تمام ذرائع نقل و حمل اور وسائل قرب و اجتماع سے

محروم بستی، بحر احمر کے کنارے، ریگستان عرب کے وسط میں حجاز کی ،، وادی غیر ذی زرع ،، ایک چٹیل اور بے زراعت وادی کے اندر ایک صدا اجتماع بلند ہوئی، اور نسل انسانی کے منتشر افراد کا ایک نیا گھرانا آباد کیا گیا۔ انسانی اجتماع کی یہ پکار صرف اتنا ہی نہیں چاہتی تھی کہ ملکوں کی سرحدیں اور جغرافیہ کی حدیں ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں، بلکہ اس کا مقصد تعلق نسل انسانی کے بکھرے ہوئے گھرانوں، پھٹے ہوئے دلوں اور برگشتہ روحوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا جائے، یہ پکار سنی گئی کرۂ ارض کے سارے گوشوں، خشکی اور تری کی، ساری راہوں سے اس پکار کی بازگشت بلند ہوئی۔ انجن اور بجلی کی برق رفتار سواریوں کے ذریعہ نہیں، تار اور لاسلکی کے گاڑے ہوئے ستونوں پر سے نہیں، بلکہ دل کے اعتقاد اور روح کے ایمان کے ذریعہ اس کی پکار سب نے سنی اور اس کی پکار کا جواب سب کی زبانوں سے نکلا۔

یہ ابراہیم کی پکار تھی۔

یہ اسلام کی دعوت تھی۔

یہ فریضۂ حج کی منادی تھی۔

جس نے ملکوں کو اکٹھا کر دیا، قوموں کو جوڑ دیا، نسل اور زبان و مکان کے سارے تفرقے دور کر دیئے، گورے کو کالے کے ساتھ اور بادشاہ کو فقیر بے نوا کے ساتھ ایک ہی مقام میں ایک ہی وضع و لباس میں ایک ہی ایمان و اعتقاد کے ساتھ اس طرح جمع کر دیا ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے سارے امتیازات مٹ گئے، اور انسانی اخوت اپنی اصلی صورت میں بے نقاب ہو گئی۔

تیرہ سو برس سے زائد عرصہ ہو گیا، کہ دنیا ہر سال یہ نظارہ دیکھتی ہے کہ مختلف بولیوں کے بولنے والے، مختلف رنگتوں اور مختلف نسلوں کے لوگ سمندروں کو عبور کر کے، پہاڑوں کو طے کر کے کئی کئی مہینوں کی مسافت چل کر دنیا کے مختلف گوشوں کے قافلے حجاز کی مقدس سرزمین پر اس موسم میں خود بخود بغیر کسی خاص انتظام کے پہنچتے ہیں، کیا دنیا کے کسی حصہ میں بھی ایسا منظر نظر آ سکتا ہے؟ کیا اس منظر سے بھی بڑھ کر کوئی منظر ہے؟ جو انسانی اجتماع کی ایک حیرت انگیز قوت کا پتہ دے؟۔

میں جب یہ سوچتا ہوں کہ کس کے ہاتھوں میں اس رشتہ کا سرا ہے جس سے بحر و بر کے یہ تمام گوشے کھنچ لئے جاتے ہیں، تو مجھ پر عالم کیف طاری ہو جاتا ہے، اور میں بے ساختہ پکار اٹھتا ہوں کہ اس رشتہ کا سرا اسلام کے ہاتھ میں ہے، اور میرا دل پورے یقین اور اذعان کے ساتھ یہ صدا بلند کرتا ہے، کہ چھٹی صدی کے صحرائے عرب کا اسلام آج بھی انسانی اخوت کی سب سے بڑی زندہ قوت ہے۔

حج کی تاریخ | چار ہزار برس سے زیادہ عرصہ گذرا جبکہ سر گروہ ملت اور پیشوائے عالمیاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ عراق کی سرزمین میں پیدا ہوئے، جہاں کلدانیوں کی حکومت تھی۔ اس زمانے میں اگرچہ یہ دنیا کی سب سے

زیادہ ترقی یافتہ قوم تھی لیکن انہیں اتنی بھی بصیرت اور سوجھ بوجھ نہ تھی کہ سورج، چاند، ستارے اللہ کی مخلوق زوال پذیر ہیں، یہ کبھی بھی معبود اور حاجت روا یا مشکل کشا نہیں ہو سکتے، یہ لوگ ستاروں اور بتوں کی پوجا کرتے، ان میں نجوم فال، رمل، جادو، ٹونے وغیرہ کا خوب چرچا تھا، ہندوؤں میں جس طرح پنڈت اور برہمن ہیں اس زمانہ میں بھی پجاریوں کا ایک گروہ تھا، جو قسم قسم کے ڈھونگ رچاتا، عوام اُن کے پھندے میں بری طرح پھنسے ہوئے تھے، انہی پجاریوں کو وہ اپنی قسمت کا مالک سمجھتے تھے، اور انہیں کی نیاز مندیوں میں اپنی دولت اور ساری عمر صرف کر دیتے تھے، ادنیٰ کسان سے لے کر بادشاہ تک سب ہی اُن کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے، کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل ہو۔ اور ان کو خوش ــــ رکھنا چاہیئے۔ یہ چاہیں تو ہم پر دیوتاؤں کی عنایت ہو گی۔ ورنہ ہم طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہو جائیں گے۔

مگر ابراہیمؑ، کون ابراہیمؑ! جسے خدا نے فرمایا "اِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ" اپنے رب کے حضور قلب سلیم لیکر حاضر ہوا، وہ ابراہیمؑ جس کی بے مثل وفا شعاریوں پر فرمایا "وَاِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفّٰى" وفادار ابراہیمؑ جب اس نے ہوش سنبھالتے ہی غور و فکر کیا کہ یہ سورج، چاند، اور ستارے ایک مقررہ پروگرام پتھر کے بت جن کو انسان اپنے ہاتھ سے بناتا ہے، اور یہ بادشاہ یہ یہ میں؟ جب میرا خالق اللہ ہے، وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے، اور جب بیمار ہوتا ہوں، تو وہی مجھے شفا بخشتا ہے، اور اُسی کے ہاتھ میں میری زندگی، اور موت ہے، اور وہی میرے نفع و نقصان کا مالک ہے، یہ سوچنے کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ جن معبودوں کو میری قوم پوجتی ہے، اُن کو میں ہرگز نہ پوجوں گا، اور اس فیصلہ کے بعد انہوں نے اپنی قوم سے علی الاعلان کہہ دیا:۔

"اِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ" جن معبودوں کو تم خدا کی خدائی میں شریک ٹھہراتے ہو میں اُن سے کامل بیزاری کا اعلان کرتا ہوں:۔

"اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ"

میں نے سب درگاہوں سے منہ موڑ کر اس ذات پاک کی نیاز مندیوں اور عبادت گزاریوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور اب میرا مشرک قوم سے کوئی تعلق نہیں ہے

اس اعلان کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر مصائب کا ہجوم ٹوٹ پڑا۔ باپ نے کہا اگر تو اپنے عقیدے سے باز نہیں آتا ہے، تو میرے گھر سے نکل جا، ورنہ میں تجھے سنگسار کر دوں گا، قوم نے کہا کہ ابراہیم کو قتل کر دینا چاہیئے یا آگ کی چتا میں ڈال کر اُسے بھسم کر دینا چاہیئے، بادشاہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، تو اُس نے فیصلہ کیا کہ ابراہیم کو زندہ آگ میں جلا دیا جائے، مگر اللہ پر کامل یقین رکھنے والا ابراہیم اس سزا کو بھگتنے کے لئے تیار ہو گیا ۵

بجرم عشق تو ام می کشند و غوغا ئیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ئیست

جب اللہ نے اپنی قدرت سے اس کو آگ میں جلنے سے بچا لیا، تو وہ اپنے گھر بار، عزیز و اقارب، قوم اور وطن سب کو چھوڑ چھاڑ کر یہ کہہ کر ہجرت کی راہ اختیار کی :۔

اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ اِنَّہٗ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں، وہ سب پر غالب ہے، اور اس کے سارے کام حکمت پر مبنی ہیں، وطن چھوڑنے کے بعد حضرت ابراہیمؑ، شام، فلسطین، مصر اور عرب کے ملکوں میں پھرتے رہے۔ آخر عمر میں جب کہ اولاد سے مایوسی ہو چکی تھی، اللہ نے اولاد دی، جب اولاد ملی تو اللہ کے اس وفادار بندے کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ جس مشن کو پھیلانے میں خود اس نے اپنی ساری عمر صرف کر دی کس طرح اولاد کو اپنے بعد اپنے مشن کو جاری رکھنے کے لئے تیار کروں،

امامت کبریٰ کی تاجپوشی اس ساری عمر کی اطاعت گزاریوں، وفاشعاریوں، فدائیت اور قربانیوں کے بعد ایک اور مگر آخری قربانی یا آزمائش باقی رہ گئی تھی، اور وہ امتحان یہ تھا کہ اس بڑھاپے میں جبکہ پوری مایوسی کے بعد اسے اولاد نصیب ہوتی ہے، اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل کو اپنے معبود برحق کے لئے قربان کر سکتا ہے؟ چنانچہ یہ امتحان بھی لے لیا گیا، جب اس امتحان و آزمائش میں بھی حضرت ابراہیمؑ پورے اترے، تب اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا، کا فیصلہ صادر فرمایا کہ ہاں اب تم اس کے اہل ہو کہ تمہیں بنی نوع انسان کا امام بنایا جائے۔

عالمگیر تحریک اسلام کا مرکز جب حضرت ابراہیمؑ کو دنیا کی امامت سونپ دی گئی، اور وہ اسلام کی عالمگیر تحریک کے امام بنا دیئے گئے، تو آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ کو حجاز میں مکہ کے مقام پر رکھا، اسی مقام پر باپ بیٹا دونوں نے دعوت اسلام کے لئے وہ مرکز تعمیر کیا جو کعبہ کے نام سے آج ساری دنیا میں مشہور ہے، یہ عمارت عام مساجد کی طرح صرف عبادت گاہ نہ تھی بلکہ اول روز سے ہی اس کو دین اسلام کی عالمگیر تحریک کا مرکز قرار دیا گیا تھا، تاکہ ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہر جگہ سے کھینچ کھینچ کر یہاں جمع ہوا کریں، جمع ہو کر خدا کی عبادت کریں، اور اسلام کا پیغام لے کر پھر اپنے اپنے ملکوں کو واپس جائیں، یہی اجتماع تھا جس کا نام "حج" رکھا گیا۔

اسلام میں حج کی اہمیت آج سے ساڑھے چار ہزار برس پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے خدا کے حکم سے جبل عرفات پر کھڑے ہو کر یہ منادی کی۔ اللہ کے بندو! اللہ کے گھر کی طرف آؤ، زمین کے ہر گوشے سے آؤ، نزدیک سے آؤ، دور سے آؤ۔ پیدل آؤ یا سواریوں پر آؤ، حج کے لئے آؤ، اور ہر حال آؤ۔

اس کے جواب میں حرم پاک کا ہر مسافر بلند آواز سے کہتا ہے۔

"لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ"

(میں حاضر ہو گیا ہوں، میرے اللہ میں حاضر ہو گیا ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں تیری بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں، ساری حمد و ثنا تیرے لئے ہے، ساری نعمتیں تیری طرف سے ہیں، یہ ملک سارا تیرا ہے، اور کسی چیز میں تیرا کوئی شریک نہیں)

اس طرح لبیک کی ہر صدا کے ساتھ حاجی کا تعلق خالص توحید اور دعوتِ اسلام کی اس تحریک سے جڑ جاتا ہے، جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے وقت سے چلی آ رہی ہے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ ۴ ہزار برس کا فاصلہ بیچ میں سے ہٹ گیا ہے، اور ادھر حضرت ابراہیمؑ اللہ کی طرف سے پکار رہے ہیں، اور ادھر حاجی جواب دے رہا ہے۔ "لبیک اللّٰھم لبیک"

احرام یہ احرام کیا ہے؛ جس کے باندھتے ہی حاجی زیبائش و آرائش کی سب چیزیں اتار دیتا ہے، اور ایک تہ بند اور ایک چادر کے سوا کچھ نہیں پہنتا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کا لباس ہے، ہر حاجی حضرت ابراہیمؑ کی سرزمین پر پہنچنے سے پہلے اس زائرانہ لباس کو پہنتا ہے، وہ ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو، یا ایک گدائے بے نوا ہو، سب ہی اس سادہ اور درویشانہ طرز کا لباس اختیار کرتے ہیں، سر کھلا رکھتے ہیں، خوشبو نہیں لگاتے، بال نہیں بناتے، ہر قسم کی زینت سے پرہیز کرتے ہیں، عورت مرد کا شہوانی تعلق ان دنوں میں پھنسنے سے جو کچھ آلائشیں ہماری روح کو ملوث کر رہی تھیں۔ وہ صاف ہو جائیں، کبر اور غرور کا لباس اتار دیا جائے، اور خدا پرستی کی کیفیت ہمارے ظاہر اور باطن پر طاری ہو جائے۔

احرام باندھنے کے ساتھ ہی لبیک کی صدائیں تمام حجاج کی زبان سے بلند ہوتی ہیں، وہ ہر نماز کے بعد ہر روز صبح نیند سے بیدار ہونے کے وقت، ہر قافلے سے ملتے وقت ہر بلندی پر چڑھتے، اور ہر پستی کی طرف اترتے وقت بلند آواز سے پکارتے ہیں۔ "لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" (میں حاضر ہوں، میرے اللہ میں حاضر ہوں تیرے حکم کی تعمیل میں حاضر ہوں) دیکھئے یہ کیسا عجیب منظر ہے، مختلف بولیاں بولنے والے، یہ اردو بولنے والے یہ عربی، یہ فارسی، یہ افغانی، یہ ترکی، یہ جاوی، یہ حبشی، یہ چینی، یہ روسی، یہ انگریزی بولنے والے ایک ہی بولی بول رہے ہیں، اور کس والہانہ انداز میں حضرت ابراہیمؑ کی پکار اور تاجدارِ مدینہ کی دعوت حج پر صدائے لبیک بلند کر رہے ہیں، یہ بار بار کی صدائے لبیک اس درویشانہ لباس کے ساتھ بکھرے ہوئے بال، غبار آلود چہرے، اور دور و دراز سفر کی تھکان کے ساتھ مل کر یقین جانئے ایسی کیفیت پیدا کر دیتی ہے کہ جس شخص کو یہ سعادتِ حج حاصل نہیں ہوئی، ہمارے الفاظ قاصر ہیں کہ اس کے سامنے اس کیفیت کی پوری تصویر کھینچ سکیں۔

حاجی اپنی نیاز مندیوں اور والہانہ عقیدت مندیوں کے ساتھ منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا، جب اس آستانہ پر پہنچتا ہے، جس کی طرف خلیل اللہؑ نے دعوت دی، تو وہ آستانۂ خلیلؑ کو چومتا ہے،

پھر اس گھر کا طواف کرتا ہے، جسے اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے مرکز قرار دیا تھا، اور کئی بار طواف کرتا ہے، اور اس بار بار کے چکر لگانے سے وہ عشق و محبت کی ایک پرانی رسم کو پورا کرتا ہے، اور اس کے بعد مقام ابراہیمؑ پر سلامی کی دو رکعت ادا کرتا ہے، پھر یہاں سے نکل کر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتا ہے، اور اپنی اس عملی حالت سے اس کا اقرار کرتا ہے، کہ یونہی اپنے مالک کے حکم کی تعمیل میں دوڑتا رہوں گا، اور سعی و کوشش میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد ہر حاجی کو پانچ چھ روز تک ایک کیمپ کی سی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے، ایک دن منیٰ میں گزار کر دوسرے دن عرفات میں بسر کرتا ہے، عرفات میں سارا دن خدا کی حمد و ثناء اور دعا میں صرف کرتا ہے، اور کیمپ کمانڈر یا امیر حج کا خطبہ سنتا ہے، احکام و ہدایات حاصل کرتا ہے، اور ایک نئی زندگی کر کے لوٹتا ہے، رات مزدلفہ میں جا کر قیام کرتا ہے، دن نکلتے ہی منیٰ کی طرف کوچ کرتا ہے، اور وہاں اس مقام پر کنکریوں سے چاندماری کرتا ہے، جہاں تک اصحاب فیل کی فوجیں کعبہ کو ڈھانے کے لئے پہنچ گئی تھیں، کنکریوں کی اس چاندماری کا مطلب یہ ہے کہ جو دشمن مسجدوں کو ویران کرنے اور خدا کے دین کو مٹانے کے لئے اٹھے گا، اس کے مقابلہ میں لڑوں گا، اور اگر جان کی قربانی دینی پڑی تو قربانی دوں گا۔ منیٰ میں قربانی دی جاتی ہے، اور حضرت اسماعیلؑ کی ذبح کی یادگار منائی جاتی ہے۔

پھر یہاں سے حاجی مکہ مکرمہ کی طرف مارچ کرتے ہیں، یہاں پر طواف اور دو رکعتوں سے فارغ ہو کر احرام کھول دیتے ہیں، اور اب حاجی کی زندگی پھر معمولی طور پر شروع ہو جاتی ہے، اس کے بعد حاجی پھر منیٰ کی طرف لوٹتا ہے، اور تین دن وہاں کیمپ کرتا ہے اسلام سے قبل عرب اس مقام پر جمع ہو کر اپنے اسلاف کے کارناموں پر فخر کرتے تھے، اور دوسروں کی توہین و تذلیل کرتے تھے، جس کا نتیجہ اکثر جنگ و جدل ہوتا۔ اسلام نے اس آبائی منافرت کی بیہودگی کو خدا کی حمد و ثناء میں تبدیل کر دیا، اور باہمی جنگ کی جگہ مختلف اقطاع ارض کے مسلمانوں کے باہمی تعارف و مودت، ہمدردی اور اخوت کے رشتہ کو مضبوط بنانے کا ذریعہ بنا دیا۔ منیٰ کے مقام کے بعد حاجی پھر مکہ کی طرف لوٹتا ہے، اور بیت اللہ کا طواف وداع کر کے حج سے فارغ ہو جاتا ہے۔

جو کچھ میں نے مختصراً عرض کیا، اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں، کہ فریضہ حج جو اسلام کا چوتھا رکن ہے، اس میں عبادت اور ریاضت کے علاوہ سفر کے تجربے، قومی اور ملی اجتماع کے برکات، ایثار و قربانی کے زبردست آثار کس طرح حاجی کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس میں وقت کی قربانی، مال کی قربانی، آرام و آسائش کی قربانی بہت سے دنیوی تعلقات کی قربانی، بہت سی نفسانی خواہشات کی قربانی ہے، اور یہ سب کچھ صرف اس لئے ہے کہ خدا کی رضا حاصل ہو، اور اس کے عشق و محبت کی کیفیتوں کو اس طرح جسم و جاں پر طاری کرے کہ اس کا ایک دیرپا نقش دل پر باقی رہے تاکہ برسوں اس مبارک سفر سے اسے ایک روشنی حاصل ہو، جس سے وہ دنیا کی تاریکیوں۔ حرم کی مقدس

سرزمین پر پہنچ کر جب ان مقامات میں اپنے لئے نور حاصل کر سکے۔ تو دیکھتا ہے، جہاں اللہ کے پیارے بندوں نے توحید کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مرکز قائم کیا، اور اس کے لئے طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں، اور ہر اس باطل قوت سے ٹکرائے، جو ان کی دعوت و تبلیغ کے راستے میں حائل ہوئے۔ (اخبار الاعتصام جلد ۱۶ شمارہ ۵۰-۴۹)

تشریحات مناسک حج

از قلم حضرت مولانا حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی رحمہ اللہ

حج کی فرضیت حج اسلام کے ارکان خمسہ سے ایک رکن ہے، جو ہر بالغ صاحب استطاعت مسلمان مرد، عورت پر عمر میں ایک دفعہ ادا کرنا فرض ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ اور حدیث میں ہے جس شخص کو کسی ضروری حاجت نے۔ یا ظالم بادشاہ یا سخت مرض نے نہ روکا ہو، اور وہ بلا حج کئے مر جائے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

فضائل حج اس بارے میں بہت سی روایات آئی ہیں، چند ایک ذیل میں لکھی جاتی ہیں (۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،۔ اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ۔ خالص حج کا بدلہ صرف جنت ہے، بخاری مسلم آپ سے سوال ہوا کہ حج کا خالص ہونا کیا ہے، فرمایا إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَطِيْبُ الْكَلَامِ۔ یعنی کھانا کھلانا اور کلام نرم کرنا(۲) مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ۔ جس نے حج کیا اور کسی طرح کی بد کلامی اور بد عملی نہ کی وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا ماں کے شکم سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

حج کی جامع فضیلت حج میں بہت سے کام ہوتے ہیں۔ ہر کام کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں، ہم ان سے چند روایات ذکر کرتے ہیں۔

زیارت بیت اللہ کی نیت سے سفر حدیث میں ہے، جب انسان زیارت بیت اللہ کی نیت سے گھر سے چلتا ہے، تو اس کے اور اس کی سواری کے ہر قدم اٹھانے اور رکھنے کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور ایک گناہ مٹایا جاتا ہے۔ طبرانی کبیر۔

دوسری روایت میں ہے، تو یا تیری سواری جو قدم رکھے، یا اٹھائے اس کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، طبرانی اوسط۔

۱؎ مشکوٰۃ شریف صـ۲۲۱۔ ۲؎ مشکوٰۃ شریف صـ۲۲۱۔

طواف بیت اللہ بیت اللہ شریف کے گرد سات چکر لگانے کا نام طواف ہے۔ حدیث میں ہے، جو طواف بیت اللہ کرے اس کے لئے ہر قدم کے اٹھانے اور رکھنے میں خدائے تعالیٰ ایک نیکی لکھتا ہے، ایک گناہ معاف کرتا ہے، اور ایک درجہ بلند کرتا ہے، ابن خزیمہ۔

دوسری حدیث میں ہے کہ بیت اللہ کے گرد ستر چکر لگانا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے، ایک اور حدیث میں ہے خدائے تعالیٰ ہر قدم کے بدلے ستر ہزار نیکی لکھتا ہے، ستر ہزار گناہ معاف کرتا ہے، اور ستر ہزار درجے بلند کرتا ہے، اور اس کے اہل سے ستر شخصوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کرتا ہے، ابوالقاسم اصبہانی۔

حجر اسود اور رکن یمانی بیت اللہ کے چار گوشے ہیں مشرقی گوشے کا نام رکن حجر اسود ہے۔ کیونکہ اس میں حجر اسود ہے، اس کے مقابل یمنی طرف کے گوشے کو رکن یمانی کہتے ہیں، کیونکہ وہ شام کی طرف واقع ہے، چوتھے کا نام عراقی ہے، کیونکہ وہ عراق کی طرف ہے، بیت اللہ کا طواف کرنے کے وقت حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں اور ہاتھ لگاتے ہیں، رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگاتے ہیں، رکن شامی اور عراقی کو نہ بوسہ دیتے ہیں، نہ چھوتے ہیں۔ حدیث میں ہے، حجر اسود اور رکن یمانی کو چھونا گناہ کی معافی ہے ابن خزیمہ۔

دوسری حدیث میں ہے، جو اچھی طرح وضو کر کے حجر اسود کو ہاتھ لگانے کے لئے آتا ہے، وہ رحمت میں چلتا ہے، جب ہاتھ لگا کر مندرجہ ذیل کلمات پڑھتا ہے، تو اس کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

طواف کی دو رکعت طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر آتے ہیں، جو بیت اللہ کے دروازے کے سامنے ہے، وہاں دو رکعت نفل پڑھتے ہیں، جس کو طواف کی نماز کہتے ہیں، حدیث میں آیا ہے، طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ طبرانی کبیر۔

دوسری حدیث میں ہے، ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنے والے کے لئے خدا اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھتا ہے۔ اور وہ ایسا پاک ہو جاتا ہے، جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔ ابوالقاسم اصبہانی۔

صفا و مروہ کا طواف بیت اللہ شریف کے قریب صفا و مروہ دو پہاڑیاں ہیں۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھ کر ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائیں، حدیث میں ہے، صفا و مروہ کے درمیان دوڑ نا ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ طبرانی کبیر۔

عرفات میں قیام مکہ شریف سے نو کوس کے فاصلہ پر ایک میدان جسکو عرفات کہتے ہیں، نویں تاریخ ذی الحجہ کو ظہر سے مغرب تک حاجی لوگ وہاں ٹھہرتے ہیں، ذکر الٰہی اور دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے خدا تعالیٰ

اس روز آسمان دنیا پر نزول فرماتا۔ اور فرشتوں پر فخر فرماتا ہے، کہ میرے بندے پراگندہ بالوں والے دور دراز سے میری رحمت کی امید سے میرے پاس آئے ہیں۔ (۱) بندو! اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں یا بارش کے قطروں یا سمندر کے جھاگ کے برابر ہوتے میں تمہیں ضرور بخش دیتا۔ لوٹ جاؤ تم بھی بخشے ہوئے ہو، اور جس کو تم سفارش کرو، وہ بھی بخشا ہوا ہے (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے، خدا فرشتوں کو کہتا ہے، میرے بندوں کو کیا چیز یہاں لائی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں تیری رضا اور جنت کی تلاش میں آئے ہیں، خدا تعالیٰ فرماتا ہے، میں اپنی ذات اور مخلوق کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا خواہ ان کے گناہ زمانہ کے دنوں کی گنتی اور پڑ کرنے والی ریت کے ذروں کے برابر ہوں، طبرانی اوسط۔

جمرے مارنا مکہ شریف سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے، جہاں عید کے دن حاجی قربانیاں کرتے ہیں، وہاں تین بڑے بڑے پتھر ہیں، جن کو جمرے کہتے ہیں، ابراہیم علیہ السلام جب اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو قربانی کرنے لگے، تو شیطان ان جمروں کے پاس انہیں دکھائی دیا۔ تاکہ انہیں قربانی سے روکے ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ہر جمرے کے پاس سات سات کنکر مارے، اس واقعہ کی یاد تازہ رکھنے اور شیطان کو ذلیل کرنے کیلئے حاجی بھی ان جمروں کو عید کے دن سات سات کنکر مارتا ہے، حدیث میں ہے، ہر کنکر کے بدلے ایک مہلک کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے، (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے جمرے مارنے کے عوض جو کچھ خدا نے بندے کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک سے پوشیدہ رکھا ہے، اُسے کوئی جانتا ہی نہیں (طبرانی کبیر) ایک حدیث میں ہے کہ یہ ذخیرہ ہے، جو اُس وقت تیرے کام آئے گا، جب کہ تو بہت محتاج ہو گا۔ ابوالقاسم اصبہانی۔

قربانی حدیث میں ہے، تیری قربانی بھی خدا کے پاس ذخیرہ ہے، جو عین محتاجی کے وقت یعنی قیامت کے دن تیرے کام آئے گا۔ (طبرانی)

حجامت کرنا حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر حاجی حجامت کراتے ہیں۔ حدیث میں ہے، ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے، اور گناہ مٹا دیا جاتا ہے، (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے، تیرا بال قیامت کے دن نور ہو گا (طبرانی کبیر)

طواف وداع حج سے فارغ ہو کر وطن کو آتے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، جس کو طواف وداع کہتے ہیں، حدیث میں ہے، تمام کاموں سے فارغ ہو کر جب حاجی طواف وداع کرتا ہے، تو فرشتہ آتا ہے، جو اس کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہتا ہے، تیرے پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔ اب آئندہ نئے سرے سے عمل کر (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے، جب تو طواف وداع کرتا ہے، تو ایسا پاک ہو جاتا ہے، جیسا ماں کے شکم سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

سفر کا مسنون طریق (۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمعرات کو سفر کرنا دوست رکھتے تھے، مشکوٰۃ

جمعرات کے علاوہ اور دن میں بھی سفر کر سکتے ہیں، چنانچہ آپ نے حجۃ الوداع کا سفر ہفتہ کے دن کیا، مگر حدیث مشکوٰۃ کے الفاظ دوست رکھتے تھے، یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جمعرات بہتر ہے (۲) جماعتی صورت میں سفر کرنا بہتر ہے، اور باعث عزت ووقار ہے، خرچ کی کفائیت ہے، ایک دوسرے کے ہم و غم میں شریک رہتے ہیں، حدیث میں ہے کہ جب تین ہوں، تو ایک کو امیر بنائیں، (مشکوٰۃ) اور جماعت بھی اسی صورت میں بنتی ہے کہ سب ایک کے ماتحت ہوں، پس اس مبارک سفر کو ہر طرح سے مسنون طریق پر پورا کرنا چاہیئے۔

گھر سے نکلنے کا عمل پہلے دو رکعت نفل پڑھے حدیث میں ہے، انسان نے اپنے اہل کے پاس دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑی، (البضاح للنوی) ایک اور حدیث میں ہے اگر تو اپنے رفیقوں سے صورت حال اور مال میں بہتر ہونا چاہتا ہے، تو قُلْ یَا اَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ سے وَالنَّاس تک تبت کو چھوڑ کر پانچ سورتیں پڑھ۔ ہر سورہ کو بسم اللہ سے شروع کر، اور اپنی قرأت کو بسم اللہ پر ختم کر یعنی پانچوں کو ختم کرکے پھر بسم اللہ پڑھ۔

گھر سے نکلنے کی دعا بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (ابوداود) ترجمہ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، میں نے اللہ کے نام پر توکل کیا، گناہ سے پھرنا اور نیکی کی توفیق صرف اللہ ہی سے ہے۔

رخصت کرنے کی دعا اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ وَاَمَانَتَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ۔ ابوداود۔ تمہارا دین اور امانت اور اعمالوں کا خاتمہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

سفر کے وقت وصیت عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالتَّکْبِیْرِ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ۔ (ترمذی) ترجمہ تقوی الٰہی اور ہر بلندی پر چڑھنے کے وقت تکبیر کو لازم پکڑ، اور نیچے اترتے وقت سبحان اللہ کہنا چاہیئے، جیسے دوسری حدیث میں ہے۔

جنگل کی سواری کی دعا سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی۔ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَہٗ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ...

کآبۃ المنظر وسوء المنقلب فی المال والاھل (مسلم شریف)

ترجمہ وہ پاک ذات ہے جس نے اس کو ہمارے تابع کر دیا ہے، اور ہم اس کو قابو کرنے والے نہ تھے، اور ہم اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں، یا اللہ ہم تجھ سے اپنے سفر کی نیکی اور پرہیزگاری اور تیری رضامندی کے کام مانگتے ہیں۔ یا اللہ ہمارے اس سفر کو آسان کر اور اس سفر کی دوری کو لپیٹ دے، یا اللہ تو ہی سفر میں ساتھی ہے اور گھر والوں میں خلیفہ ہے، یا اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں، سفر کی تکلیف سے اور دکھنے کے غم سے اور برے رجوع سے اہل اور مال میں۔

دریا کی سواری کی دعا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَمَا

قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ (ابن سنی) ترجمہ اللہ کے نام سے اس کا جاری ہونا، اور ٹھہرنا ہے، بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کما حقہ قدر نہیں کیا۔

کسی بستی میں داخلہ کی دعا | اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا (حصن حصین) ترجمہ یا اللہ ہم کو اس کا پھل دے، اور ہم کو اس کے رہنے والوں کی محبت دے اور ہم کو اس کے نیک لوگوں کی محبت دے۔

کسی مقام پر اُترنے کی دعا | اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (مسلم) ترجمہ میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کیساتھ پناہ پکڑتا ہوں، اس شے کی شر سے جو اس نے پیدا کی۔

رات کی دعا | يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَاَسْوَدَ مِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ۔ اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، تیرے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو تجھ میں ہے، اور جو تجھ میں پیدا کی گئی ہے، اور جو تجھ پر چلتی ہے۔ میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں از ہریلی چیز سانپ بچھو سے اور شہر کے رہنے والوں کی شر سے جننے والے، اور جو کچھ اس نے جنا کی شر سے۔

سحری کے وقت کی دعا | سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ (مسلم) ترجمہ سننے والے نے سن لیا ہے، اللہ کی تعریف انعام اچھے کے ساتھ جو ہم پر کئے ہیں، یا اللہ ہماری رفاقت کر، اور ہم پر فضل کر، ہم آگ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑتے ہیں۔

صبح اور شام کی دعا | اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ (مسلم)

ترجمہ اللہ کے لئے ہم نے اور تمام ملک نے شام کی۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی، اور حمد اسی کے لئے ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، یا اللہ اس رات کی بھلائی اور جو اس رات میں ہے، اس کی بھلائی مانگتا ہوں۔ اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس کی شر سے اور جو چیز اس میں ہے اس کی شر سے یا اللہ میں پناہ پکڑتا ہوں سستی، اور زیادہ بڑھاپے اور بُرائی بڑھاپے کی سے اور دنیا کی آزمائش اور عذاب قبر سے۔

نوٹ :- صبح کی دعا بھی یہی ہے، صرف اَمْسَیْنَا اور اَمْسَی الْمُلْکُ کی جگہ اَصْبَحْنَا وَ اَصْبَحَ الْمُلْکُ پڑھنا چاہیے،

حج ۔ عمرہ ۔ میقات ۔ حج کو عموماً لوگ جانتے ہیں، کہ زیارت بیت اللہ کی خاص صورت ہے، جس میں کئی کام کرنے پڑتے ہیں۔ عمرہ ۔ کو اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ عمرہ بھی زیارت بیت اللہ کی خاص صورت ہے جس میں کئی کام کرنے پڑتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ حج میں کچھ زیادہ کام کرنے پڑتے ہیں، اور عمرہ مختصر ہے، حج کے مہینے مقرر ہیں۔ شوال ۔ ذیقعدہ ۔ ذی الحجہ ۔ اور عمرہ بارہ ماہ درست ہے، حج عمرہ کی ابتدا میقات سے ہوتی ہے، میقات اس جگہ کو کہتے ہیں، جس جگہ سے زیارت بیت اللہ کی نیت سے جانے والے کے لئے بغیر احرام کے آگے گزرنا جائز نہیں ۔ اور وہ جگہ ہر ملک کے لئے الگ ہے، اہل یمن کے لئے یلملم[1] اہل نجد کے لئے قرن المنازل اہل عراق کے لئے ذات عرق اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لئے جحفہ ۔ پہلے تین مقام مکہ مکرمہ سے تقریباً چالیس پینتالیس کوس ہیں، اور جحفہ قریباً ستر کوس ہے، ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ کوس اور مکہ مکرمہ سے قریباً تین سَو کوس ہے ۔ حدیث میں ہے، یہ میقات ان لوگوں کے لئے ہیں، جن کے لئے مقرر کئے گئے ہیں، اور دیگر لوگوں کے لئے بھی ہیں، جو ان مقامات سے گذریں۔ (چنانچہ اہل ہند عموماً یمن کی طرف سے جاتے ہیں، وہ یلملم سے احرام باندھتے ہیں) جو لوگ ان مقامات کے اندر (مکہ مکرمہ کی طرف ہیں، وہ اپنی رہائش کی جگہ سے احرام باندھیں۔ یہاں تک کہ اہل مکہ ۔ مکہ سے ۔

احرام اور اس کے باندھنے کا طریق احرام حج اور عمرہ کی نیت باندھنے کو کہتے ہیں، اور اس کے باندھنے کا طریق یہ ہے کہ جب میقات پر پہنچے تو پہلے کپڑے اتار دے، پھر نہا دھو کر دو چادریں پہن لے، ایک کو تہ بند بنالے ایک کو اوڑھ لے۔ یہ چادریں ان سلی ہوں تو بہتر ہیں، عورت اپنے کپڑے بدستور رکھے، صرف برقعہ اتار دے، اور اس کی جگہ بڑی چادر لے لے ۔ اور منہ ننگا رکھے، جب کوئی بیگانہ سامنے ہو تو منہ ڈھانپ لے چادریں پہننے کے بعد دو رکعت نفل پڑھ کر حج یا عمرہ دونوں کی نیت کر کے لبیک پکارنا شروع کردیں، لبیک پکارنے کو تلبیہ کہتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکُ لَا شَرِیْکَ لَکَ ۔ (بخاری) ترجمہ: میں حاضر ہوں یا اللہ میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں، نہیں شریک ہے واسطے تیرے، میں حاضر ہوں، بے شک سب تعریف ۔ نعمت اور سلطنت تیرے ہی لئے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ۔

نوٹ :- تلبیہ کے الفاظ اور بھی ہیں اگر یاد ہوں تو وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ سارے سفر میں بیت اللہ شریف پہنچنے تک تلبیہ جاری رہنا چاہیے۔ اگر اور کوئی ذکر کرنا یا قرآن مجید پڑھنا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ۔

تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں ۔ جب بند کریں تو یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّةَ وَ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ بِرَحْمَتِکَ مِنَ النَّارِ ۔ ترجمہ۔ اے اللہ میں تیری رضا کا اور جنت کا سوال کرتا ہوں، اور

[1] یہ غالباً سہو کاتب ہے، دراصل یہ جگہ مکہ شریف سے تقریباً ڈیڑھ سو کوس کے فاصلہ پر ہے، (داؤد راز دہلی ۔

تیری رحمت کے طفیل آگ سے عافیت مانگتا ہوں۔

ممنوعاتِ احرام احرام میں عورت کا بوسہ لینا۔ شہوت سے چھونا۔ بنظرِ شہوت دیکھنا۔ منگنی کرنا۔ نکاح کرنا، کرانا خوشبو استعمال کرنا، جوئیں مارنا۔ کنگی کرنا۔ جنگلی شکار کرنا۔ حاجی کی کوئی گری ہوئی شے اُٹھانا جس کا ایک سال تک اعلان نہ ہو سکے۔ اس قسم کے کام ممنوع ہیں۔ ہاں موذی اشیاء حرم میں قتل کرنا جائز ہیں۔ جن کا ذکر حرم میں آگے آتا ہے۔

حرم مکہ مکرمہ اور اس کی دعا مکہ کے گردونواح کئی میلوں تک کی جگہ کو حرم مکہ کہتے ہیں، بڑے بڑے نشانات قائم کر کے حدود متعین کر دیئے گئے ہیں جدہ سے چل کر جب مکہ مکرمہ دس میل رہ جاتا ہے، تو آمنے سامنے کئی گز لمبی چوڑی اونچی دو دیواریں آتی ہیں۔ اس طرف سے یہی حد حرم ہیں، حرم کا گھاس یا درخت کاٹنا یا شاخ توڑنا۔ اس میں شکار کھیلنا بلکہ شکاری جانور کو اپنی جگہ سے عمداً ہلانا حرام ہے، ہاں موذی اشیاء، سانپ، بچھو، چھپکلی، کوا۔ شیر، چیتا۔ بھیڑیا وغیرہ کو مارنا جائز ہے۔ اسی طرح سے گھاس کی قسموں سے اذخر گھاس کاٹ سکتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

نوٹ: حرم کی زمین سے گھاس یا درخت کاٹنا یا شاخ توڑنا اس شخص کو منع ہے، جو مالک نہ ہو مالک اپنی ملک میں ہر طرح تصرف کر سکتا ہے۔ کیونکہ ملک سے مقصود ہی تصرف ہے، حرم میں داخل ہونے کی دعا نہ حدیث میں آئی ہے، نہ صحابہؓ سے منقول ہے، البتہ ابن جماعتؒ نے امام احمد سے قریباً یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَ اَمْنُكَ فحرمني على النار وامني من عذابك يوم تبعث عبادك واجعلني من اوليائك و اَهْلِ طَاعَتِكَ۔ ایضاح للنووی مع حاشیہ ابن حجر هیثمی۔ ترجمہ اے اللہ یہ تیرا حرم ہے، اور تیرے امن کی جگہ ہے، پس مجھے آگ پر حرام کر دے، اور جس روز تو اپنے بندوں کو قبروں سے اُٹھائے مجھے اپنے عذاب سے رہائی دے، اور مجھے اپنے دوستوں اور فرماں برداروں سے کر دے۔

مکہ مکرمہ میں کس جانب سے داخل ہو اور مسجد حرام میں کس دروازہ سے داخل ہو اس بات پر اتفاق ہے کہ مکہ مکرمہ کی جس جانب سے داخل ہو جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ بیر طویٰ کی جانب سے داخل ہو، یہ ایک کنواں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو اس مقام میں غسل فرمایا اور پھر جانب معلّٰی کی طرف سے داخل ہوئے، بیر طویٰ سے جب بیت اللہ شریف کو روانہ ہوتے ہیں، تو تھوڑی دور پہنچ کر دو راستے ہو جاتے ہیں، ان سے بائیں راستہ چل کر باہر باہر جنت معلّٰی سے ہوتے ہوئے سیدھے باب السلام پر پہنچیں، باب السلام مسجد حرام کے دروازوں سے ایک دروازہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرف سے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

---

[1] اصل میں اسی طرح ہے۔ [2] حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے " لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک له الملک وله الحمد وھو علیٰ کل شیئ قدیر" اھ عبدالرشید اظہر

داخلہ مکہ مکرمہ کی دعا | مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی دعا کسی صحیح حدیث میں نہیں آئی، اس لئے وہی دعا پڑھیں جو عموماً ہر بستی میں داخل ہونے کے وقت آئی ہے، چنانچہ اوپر گذر چکی ہے۔

مسجد حرام میں داخل ہونے کی دعا | اس کے لئے بھی کوئی خاص دعا نہیں آئی، پس وہی دعا پڑھیں، جو عام طور پر مسجدوں میں داخل ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہے، یعنی اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔ یا اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد حرام میں داخل ہونے کی کیفیت | مسجد حرام میں داخل ہونے کی کیفیت وہی ہے، جو عام مسجدوں کی ہے، یعنی دایاں پاؤں پہلے رکھتے ہیں، اور بایاں پیچھے۔ نکلنے کے وقت اس کا اُلٹ کرتے ہیں، اور جوتا پہننے اور اتارنے کے وقت بھی ایسا ہی کرے یعنی پہلے دایاں پاؤں پہنے پھر بایاں اور اتارنے کے وقت اس کا الٹ کرے، اور جوتے پہننے اور اتارنے کی یہ کیفیت مسجد حرام یا عام مساجد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مسجد غیر مسجد سب جگہ اسی طرح کرے احادیث میں عام آیا ہے۔

رؤیت بیت اللہ اور اس کی دعا | باب السلام سے داخل ہو کر جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھیں۔ چنانچہ ابن جریرؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّبِرًّا وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَکَرَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا (مناسک ابن تیمیہؒ) ترجمہ۔ اے اللہ اس گھر کو شرافت۔ بزرگی عزت۔ ہیبت۔ اور نیکی میں زیادہ کر، اور حج یا عمرہ کرنے والوں سے جس نے اس گھر کی شرافت اور تعظیم کی اس کو بھی شرافت اور بزرگی میں زیادہ کر۔

اصل مسجد حرام اور باب بنو شیبہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد صرف مطاف۔ طواف کی جگہ تھی۔ جس کا فرش اب سنگ مرمر کا ہے، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اور پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کچھ اضافہ کیا گیا، ان کے بعد دیگر بادشاہوں نے اس کو بہت وسیع کر دیا، بیر زمزم کے قریب مقام ابراہیم کے سامنے اصل دیواروں کے بغیر کمانی دار دروازہ بنا ہوا ہے، اصل مسجد حرام کا دروازہ یہی ہے اس کو باب بنو شیبہ کہتے ہیں، باب السلام سے سیدھے اس دروازہ کو آئیں اس سے داخل ہو کر حجر اسود کا رخ کریں، اگر چاہیں تو اس دروازے میں داخل ہوتے وقت وہی دعا پڑھیں، جو مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے، کیونکہ اصل مسجد حرام یہی ہے، اس کی دیواریں ہٹا دی گئی ہیں، دروازہ قائم ہے۔

حجر اسود کا بوسہ اور اس کی دعا | حجر اسود بیت اللہ کے مشرقی کونہ چاندی کے خول کے اندر ہے، باب بنو شیبہ سے داخل ہو کر حجر اسود کی طرف آئیں۔ اس کو چھوئیں، اور بوسہ دیں، اور وہ دعا پڑھیں، جو پہلے گذر چکی ہے

اگر چھونا یا بوسہ دینا ہجوم کی وجہ سے مشکل ہو تو ہاتھ کا اشارہ کر کے ہاتھ کو چوم لینا کافی ہے۔

طواف بیت اللہ اور اس کی دعا حجر اسود کو چھونے اور بوسہ دینے کے بعد اپنے دائیں ہاتھ کی جانب بیت اللہ کے گرد چکر لگانا شروع کر دیں۔ سات چکر پورے کریں، اسی کو طواف بیت اللہ کہتے ہیں، ہر چکر میں حجر اسود کے سامنے آئیں، تو بدستور اسکو چھوئیں، اور بوسہ دیں، اور دعا مذکور پڑھیں، اور جب رکن یمانی کے برابر آئیں تو یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ چکر کے باقی حصہ میں یہ کلمات کہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

نوٹ:۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے برابر آنے کے وقت اور چکر کے باقی حصہ میں ان دعاؤں کے علاوہ اور دعائیں بھی آئی ہیں، اگر یاد ہوں تو پڑھ سکتے ہیں، امام شافعیؒ نے قرآن مجید پڑھنے کی بھی اجازت دی ہے۔

رمل اور اضطباع طواف کرتے وقت پہلے تین چکر میں رمل کریں، یعنی کندھے ہلاتے ہوئے تیز چلیں، جیسے پہلوان چلتا ہے، اور باقی چار چکر میں آہستہ چلیں، حدیث میں ایسا ہی آیا ہے، نیز احرام کی اوپر کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے کر کے اس کی دونوں طرف بائیں کندھے پر ڈال لیں، طواف کے وقت ایسا کرنا مسنون، اس کو اضطباع کہتے ہیں،

مقام ابراہیم اور اس پر طواف کی دو رکعت اور دعا طواف بیت اللہ سے فارغ ہو کر وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم کی طرف آئیں، مقام ابراہیم ایک پتھر ہے، جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی تعمیر کرتے تھے، جو بیت اللہ کے دروازے کے سامنے ایک کوٹھری میں مقفل ہے، اس کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کر کے دو رکعت نماز پڑھیں، اسی کو طواف کی نماز کہتے ہیں، پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھیں۔ پھر یہ دعا مانگیں:۔

مقام ابراہیم کی دعا اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَاَنْتَ تَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَعْطِنِيْ سُؤَالِيْ وَتَعْلَمُ مَا عِنْدِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَنْ يُّصِيْبَنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرَضِّنِيْ بِمَا قَضَيْتَهٗ عَلَيَّ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، حاشیہ ایضاح للہیثمی بحوالہ ابن الجوزی وازرقی۔

ترجمہ:۔ یا اللہ۔ تو میرا ظاہر اور باطن جانتا ہے، پس میرے عذر کو قبول کر، اور میری حاجت کو تو جانتا ہے، پس میری مانگی چیز مجھ کو دے۔ میرے دل میں جو ہے، اس کو تو جانتا ہے، پس میرے گناہ بخش دے، یا اللہ میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں، جو دل میں رچ جائے، اور سچا یقین یہاں تک کہ سمجھ لوں کہ مجھ کو وہی پہنچے گا، جو تو نے میری قسمت میں لکھا ہے، اس پر راضی رہنے کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔

طواف یعنی سعی صفا مروہ اور اس کی دعا

مقام ابراہیم سے فارغ ہو کر حجر اسود کو بوسہ دیں اور مسجد حرام کے باب الصفاء سے باہر نکلیں۔ صفا پہاڑی پر پہنچیں وہ باب الصفا سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ صفا پہاڑی کے قریب پہنچ کر یہ پڑھیں۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ، اَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ۔ ترجمہ: بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانات سے ہیں، میں بھی اس شئے کے ساتھ شروع کرتا ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے، پھر صفا مروہ پر چڑھ کر یہ کلمات کہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ (مشکوٰۃ) ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اور تمام تعریف اسی کے لئے ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ واحد کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، اور اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور اپنے بندے۔ محمد صلعم۔ کی مدد کی، اور سب جماعتوں، کافروں کو شکست دی۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھیں، جو موطا میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ وَاِنِّيْ اَسْئَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَا تَنْزِعَهٗ مِنِّيْ وَاَنْ تَتَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا۔ ایضاح مع حاشیہ ہیثمی۔ ترجمہ: اے اللہ تو نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، تیری بات سچی ہے، اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، کہ جس طرح تو نے مجھے اسلام کے لئے ہدایت کی ہے، اس کو مجھ سے نہ چھین۔ یہاں تک کہ تو مجھے اسلام کی حالت پر فوت کرے، اس کے بعد پہاڑی مروہ کی طرف چلیں۔ صفا مروہ کے درمیان مروہ کو جاتے ہوئے بائیں جانب دو سبز نشان ہیں، جن کو مِیْلَیْنِ اَخْضَرَیْنِ کہتے ہیں۔ جب ان سے پہلے کے قریب پہنچیں۔ چھ سات ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے تو دوڑنا شروع کریں، جب دوسرے نشان کے قریب پہنچیں، تو دوڑنا ترک کر دیں، پھر بدستور چلیں، یہاں تک کہ مروہ پہاڑی پر پہنچیں، اور مروہ پر بھی وہی کلمات اور دعا پڑھیں، جو صفا پر پڑھی تھی، اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کے وقت یہ دعا پڑھیں رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ فَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ایضاح مع حاشیہ ہیثمی بحوالہ طبرانی بیہقی، ابن ابی شیبہ۔ ترجمہ: اے رب میرے بخش اور رحم کر بس تو ہی بہت عزت والا، اور بزرگ ہے، اور آہستہ آہستہ چلنے کے وقت بھی یہ دعا پڑھ سکتے ہیں، پھر مروہ سے لوٹ کر صفا پر آویں۔ دوڑنے کی جگہ دوڑیں، اور چلنے کی جگہ چلیں، اور بدستور دعا پڑھیں، صفا پر پہنچ کر دو پھیرے ہوئے، اس طرح سے سات پھیرے پورے کریں، جن کی ابتدا صفا سے ہے، اور انتہا مروہ پر ہے، اگر آپ نے صرف عمرے کا احرام باندھا ہے، تو احرام کھول دیں۔ یعنی حجامت کرالیں۔ خوشبو لگائیں کپڑے وغیرہ بدل لیں، اور اگر حج کا یا حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہے، تو بدستور احرام کی حالت میں رہیں۔ اپنا کوئی نیک شغل جاری رکھیں، ذکر کریں۔ نماز پڑھیں۔ طواف کریں۔ ہر طرح مختار ہیں۔ اگر احرام کھول چکے ہیں، تو بھی یہ کام کر سکتے ہیں، آٹھویں تاریخ تک۔

مقام منیٰ کو جانے کی تیاری جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ آئے تو اگر آپ احرام کھول چکے ہیں تو حج کے لئے نیا احرام باندھ کر، اور اگر پہلا احرام قائم ہے تو اسی کے ساتھ صبح ہی منیٰ کو (جو مکہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے) جانے کی تیاری کریں، بعض لوگ ساتویں ذی الحجہ کو منیٰ جانے کی تیاری کرتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے، منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھیں، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور نویں ذی الحجہ کی فجر۔

میدان عرفات میں جانے کی تیاری نویں ذی الحجہ کو منیٰ میں فجر کی نماز پڑھ کر عرفات جانے کی تیاری کریں، جو مکہ سے نو کوس کے فاصلہ پر ہے، ظہر کی نماز مسجد نمرہ میں پڑھیں، جو عرفات کے میدان کے کنارے پر واقع ہے، عرفات کو جاتے ہوئے راستہ میں مزدلفہ آتا ہے، وہاں پہنچ کر عرفات کی طرف دو راستہ ہو جاتے ہیں، ایک کا نام جو دائیں جانب ہے طریق ضب ہے۔ دوسرے کا نام مازمین ہے، لوگ عموماً مازمین کے راستے جاتے ہیں، آپ کوشش کریں کہ ضب کے رستے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی راستے گئے تھے۔ مسجد نمرہ میں امام کیساتھ ظہر، عصر۔ دونوں نمازیں ظہر کے وقت پڑھنی چاہئیں۔ یہ متفقہ مسئلہ ہے، مکہ کے لوگ دوگانہ پڑھیں، یا پوری پڑھیں مگر ترجیح دوگانہ ہی کو ہے۔ خواہ مکہ کے حاجی ہو یا دوسرے کے۔

وقوف عرفات وقوف کے معنے ٹھہرنے کے ہیں، ظہر و عصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد۔ میدان عرفات میں داخل ہو کر اللہ کی یاد میں مشغول ہوں، قرآن پڑھیں ذکر و اذکار کریں۔ دعا کریں، اگر ہو سکے تو جبل الرحمۃ پر پہنچیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ وقوف فرمایا تھا، سورج غروب ہونے تک یہی مشغلہ رہے۔ عرفات میں وقوف بہت بڑا رکن ہے، یہ وقت بڑی عاجزی اور انکساری میں گذارنا چاہیئے۔

عرفات کی دعا میدان عرفات میں ہر قسم کی دعا کر سکتے ہیں، خواہ قرآن میں ہو یا حدیث میں ہو مندرجہ ذیل دعا خصوصیت سے آئی ہے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِي تَقُولُ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي وَإِلَيْكَ مَآبِي وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِي، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَاسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْأَمْرِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجِيءُ بِهِ الرِّيحُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيءُ بِهِ الرِّيحُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي قَلْبِي نُورًا، اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْأَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي اللَّيْلِ وَشَرِّ مَا يَلِجُ فِي النَّهَارِ وَشَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّيحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ، لَبَّيْكَ إِنَّمَا الْخَيْرُ خَيْرُ الْآخِرَةِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُورًا وَذَنْبًا مَغْفُورًا۔

ترجمہ:۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے یا اللہ تعریف تیرے لئے ہے، جس طرح تو فرماتا ہے۔ اور اس سے بہتر جو ہم کہتے ہیں، یا اللہ میری نماز میری قربانی، میری زندگی، اور میری موت تیرے ہی لئے ہے۔ میرا رجوع تیری طرف ہے، تو ہی میرا وارث ہے، یا اللہ قبر کے عذاب۔ سینے کے وسوسوں اور کام کی پریشانی سے پناہ مانگتا ہوں، یا اللہ جس چیز کو ہوا لاتی ہے، اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور جس کو ہوا لاتی ہے، اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں، اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے، وہ زندہ کرتا، اور مارتا ہے اور ہر چیز پہ قادر ہے، یا اللہ میرے کان میں اور آنکھ میں، اور دل میں نور بھر دے یا اللہ میرے سینے کو فراخ کر دے، اور میرے کام کو آسان کر دے سینے کے وسوسوں اور کام کی پریشانی اور عذاب قبر سے پناہ چاہتا ہوں، یا اللہ جو چیز رات اور دن میں داخل ہوتی ہے، اس کی شر اور جس کو ہوا اٹھاتی ہے، اور زمانہ کے حوادث کی شر سے پناہ مانگتا ہوں، حاضر ہوں، یا اللہ حاضر ہوں آخرت کی بھلائی تمام بھلائیوں سے بہتر ہے، اللہ بڑا ہے، اور اللہ کے لئے حمد ہے۔ اللہ بڑا ہے اور اللہ کے لئے حمد۔ اللہ بڑا ہے، اور اللہ کے لئے حمد ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اکیلا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ بادشاہی اور حمد اللہ کے لئے ہے، یا اللہ اس حج کو حج خالص کر اور گناہوں کو بخشتے ہوئے کر۔

افاضہ از عرفات افاضہ کے معنے لوٹنے کے ہیں۔ عرفات سے سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کی طرف لوٹیں مزدلفہ عرفات کے درمیان قریباً ۳ کوس کا فاصلہ ہے، مگر مغرب کی نماز عرفات میں نہ پڑھیں۔ بلکہ واپس مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب کو عشاء کے ساتھ جمع کر کے امام کی اقتداء میں ادا کریں۔ اگر جماعت نہ ملے تو اکیلے پڑھیں۔ پھر رات کو یہیں آرام کریں دسویں تاریخ ذی الحجہ کو صبح کی نماز اول وقت اٹھ کر امام کی اقتداء میں اندھیرے میں پڑھیں، اور نماز پڑھتے ہی دعا میں مشغول ہو جائیں۔ دعا کوئی معین نہیں جو چاہیں مانگیں۔ بہتر یہ کہ وہاں کی مسجد سے جنوب کی جانب مشعر الحرام ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے، اس پر جا کر دعا کریں، وہاں ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا ہوا ہے، وہ مشعر الحرام کا حصہ ہے۔

مزدلفہ سے منیٰ کو واپسی فجر کی نماز اور دعا کے بعد جب اچھی طرح روشنی ہو جائے۔ لیکن ابھی سورج نہ نکلا ہو تو وہاں سے منیٰ کی طرف لوٹیں۔ منیٰ وہاں سے قریباً دو کوس ہے، جب وادی محسر میں پہنچیں، جو مزدلفہ کی طرف منیٰ کا کنارہ ہے اس میں ذرا تیز چلیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے تیز گزرے تھے، کیونکہ وہاں اصحاب فیل ہلاک ہوئے تھے، اسی وادی سے جمروں کے مارنے کے لئے ۷، یا ۴۹ کنکر اٹھائے۔ بعض لوگ یہ کنکر مزدلفہ سے اٹھا لیتے ہیں، مگر یہ خلاف سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی محسر سے اٹھائے تھے، اس راستہ سے ہوتے ہوئے جمرۃ العقبہ پر پہنچیں۔ یہ گڑا ہوا ایک پتھر ہے، اس کے سامنے ذرا ہٹ کے نیچی جگہ میں اس طرح کھڑے ہوں کہ بایاں ہاتھ قبلہ کی جانب ہو۔ اس کو ایک ایک کر کے سات کنکر ماریں، اور ہر ایک کنکر کے ساتھ اللہ اکبر کہیں

پھر قربانی کریں، مگر یہ قربانی منیٰ کی حدود کے اندر ہو، خواہ کسی جگہ ہو، اس کے بعد احرام کھول دیں، حجامت وغیرہ کرالیں، سر منڈانا کترانے سے بہتر ہے، جو اشیا احرام میں ممنوع تھیں، احرام کھولنے کے بعد جائز ہیں۔ مگر بیوی کے پاس جانا جائز نہیں۔

طواف افاضہ طواف بیت اللہ کی تین قسمیں ہیں، جو عرفات جانے سے پہلے مکہ میں آتے ہی کرتے ہیں، وہ طواف قدوم ہے، جو عرفات سے واپس آکر کرتے ہیں، اس کو طواف افاضہ اور طواف زیارت کہتے ہیں، اور جو اپنے وطن کو واپس آنے کے وقت کرتے ہیں، اس کو طواف وداع کہتے ہیں۔ طواف افاضہ وقوف عرفات کی طرح حج کا رکن ہے، باقی دو طواف رکن نہیں، اور وقت کی تنگی کی وجہ سے کوئی شخص مکہ نہ پہنچ سکے، اور سیدھا عرفات کو آجائے تو اس کا حج ہو جائے گا۔ منیٰ میں کپڑے بدلنے کے بعد مکہ شریف جلدی پہنچ کر بدستور سابق طواف افاضہ کریں، مگر اس میں اضطباع تو ہوتا نہیں۔ اور رمل کی بھی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر طواف قدوم میں رمل نہ کیا ہو، تو طواف افاضہ میں رمل کریں، اس کے بعد مقام ابراہیم میں بدستور سابق دو رکعت پڑھیں، پھر زمزم کا پانی پئیں، پانی پینے کے وقت جس قسم کی آپ نیت کریں، خدا پوری کرے گا، کسی بیماری سے شفا کی یا علم وغیرہ کی اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان بدستور سابق طواف مگر اس طواف کی ضرورت دو صورتوں میں ہے۔ ایک یہ کہ میقات پر پہنچ کر صرف حج کا احرام باندھا ہو۔ اور مکہ میں آکر طواف بیت اللہ اور طواف صفا مروہ کر کے حلال ہو گئے ہوں، اور آٹھویں ذی الحجہ کو حج کے لئے نئے سرے سے احرام باندھا ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ طواف قدوم کے بعد صفا مروہ کا طواف نہ کیا ہو۔

جمرے مارنا طواف افاضہ سے فارغ ہو کر اسی روز منیٰ کو لوٹ جائیں، اور وہاں تین دن گذاریں تینوں روز آفتاب ڈھلے تینوں جمروں کو سات کنکر ماریں اور ہر کنکر کے ساتھ اللہ اکبر کہیں، پہلے جمرہ اولیٰ کو جو مسجد خیف کے قریب ہے، اس کی جانب جنوب مشرق میں کھڑے ہو کر ماریں، پھر جانب شمال سے ہو کر قبلہ کی طرف جمرے سے ذرا سا آگے بڑھیں، اور قبلہ رخ ہو کر دعا کریں۔ دعا کوئی معین نہیں جو چاہیں کریں، پھر جمرہ وسطیٰ کو ماریں، جو جمرہ اولیٰ کے قریب ہے، مارنے وقت اس کے جانب جنوب مغرب میں کھڑے ہوں، پھر قبلہ کی طرف آگے بڑھ کر قبلہ رخ ہو کر دعا نہ کریں، پھر جمرہ عقبہ کو ماریں جیسے عید کے دن مارا تھا، اور اس کے پاس دعا نہ کریں، تین روز گیارھویں۔ بارھویں تیرھویں اسی طرح ماریں، اگر بارھویں کو مار کر واپس آنا چاہیں تو بھی اجازت ہے، اگر ہو سکے تو مکہ کو واپس آتے وقت مقام محصب میں رات گزاریں منیٰ سے مکہ کو جاتے ہوئے، مکہ کے قریب پہنچ کر دائیں طرف پڑتا ہے، اس کے گرد چھوٹی چھوٹی دیوار ہے، اور بر لب سڑک ایک عالیشان عمارت ہے، اور وہاں دو کنوئیں ہیں، ایک دیوار کے اندر جو بے آباد ہے، دوسرا باہر جو آباد ہے، اس کے ساتھ آخور۔ کھرلی۔ کی شکل کا چھوٹا سا حوض اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے بنا ہوا ہے، اس پر ان دنوں میں پانی نکالنے کی خاطر بادشاہ کی طرف سے مشین لگ جاتی ہے، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو رخصت

ہونے کے وقت ٹھہرے تھے۔ بس اب حج پورا ہوگیا۔ اب صرف وطن جانے کے وقت طواف وداع کرنا باقی ہے،

تمتع۔ قران۔ اِفراد۔ میقات پہ پہنچ کر اگر صرف عمرہ کا احرام باندھیں۔ اور مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ اور صفا مروہ کے طواف کے بعد احرام کھول دیں۔ اور آٹھویں تاریخ کو نئے سرے سے حج کا احرام باندھیں تو اس کو حج تمتع کہتے ہیں، اور اگر میقات پہ پہنچ کر صرف حج کا احرام باندھیں، اور عید کے دن احرام کھولیں، تو اس کو افراد کہتے ہیں۔ اور اگر حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھیں، اور عید کے دن احرام کھولیں۔ تو اس کو حج قرآن کہتے ہیں، حج قرآن میں اور تمتع میں قربانی ضروری ہے، افراد میں ضروری نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان تینوں سے کونسا بہتر ہے، شافعیہ کے نزدیک افراد بہتر ہے بشرطیکہ حج سے فارغ ہوکر ذی الحجہ میں عمرہ کرے۔ حنفیہ کے نزدیک قرآن افضل ہے۔ بعض اہلحدیث تمتع کو افضل کہتے ہیں ہماری تحقیق اس میں یہ ہے، قرآن اور تمتع افراد سے افضل ہیں، اور اگر قربانی احرام باندھ کر ساتھ لائے تو قرآن تمتع سے افضل ہے، اور اگر قربانی ساتھ نہ لائے، تو پھر قرآن اور تمتع میں کچھ ایسا فرق نہیں ہے، ہاں کسی قدر ہمارا میلان قرآن کی طرف ہے۔

عمرہ عمرہ صرف دو کاموں کا نام ہے، یعنی طواف بیت اللہ اور طواف صفا مروہ طواف بیت اللہ کے ساتھ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز بھی ہے، تمتع والے کا عمرہ تو الگ ادا ہوگیا، اور قران والے کا حج کے ساتھ ادا ہوگا۔ افراد والا اگر عمرہ کرنا چاہیے تو حج سے فارغ ہوکر کرسکتا ہے، اگر حج کے مہینوں سے پہلے اس سال میں یا گزشتہ سالوں میں حج کے ساتھ یا حج سے الگ اس نے عمرہ نہیں کیا، تو اس سال حج سے فارغ ہوکر عمرہ ضرور کرے، کیونکہ یہ بھی ایک ضروری شئے ہے، اگرچہ حج سے اس کا درجہ کم ہے، لیکن بہت سے علماء اس کے وجوب کیطرف گئے ہیں، اس لئے اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔

زیارت مدینہ منورہ مدینہ منورہ کو زیارت مسجد نبوی کی نیت سے جانا چاہیئے۔ مسجد نبوی میں ایک نماز ۵۰ ہزار نماز کا ثواب رکھتی ہے، مسند احمد میں حدیث ہے کہ جو مسجد نبوی میں ۴۰ نمازیں پڑھے، وہ آگ، عذاب نفاق سے بری ہوجاتا ہے۔ پہلے مسجد نبوی میں داخل ہوکر تحیۃ المسجد دو رکعت پڑھیں، پھر روضہ شریف کے پاس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین پر درود و سلام پڑھیں، اور قبرستان مدینہ جس کا نام بقیع ہے، اور شہدائے احد وغیرہ کی زیارت کریں، ان کے حق میں وہی دعا کریں جو قبروں کی زیارت کے لئے آئی ہے، اور مدینہ میں کئی ایک اور مسجدیں مشہور ہیں، مگر ان میں نماز ذکر نہیں آیا، مسجد قبا کی بابت حدیث میں آیا کہ اس میں دو رکعت پڑھنا عمرہ کا ثواب رکھتا ہے، جو مدینہ سے دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر ہے، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جایا کرتے تھے۔

قبولیت دعا کے خاص مقامات مکہ مکرمہ میں مندرجہ ذیل مقامات میں خصوصیت سے دعا قبول

ہوتی ہے (۱) طواف بیت اللہ میں (۲) ملتزم کے پاس۔ ملتزم کعبہ کی دیوار کا وہ حصہ ہے، جو رکن حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان ہے (۳) بیت اللہ کے پرنالے کے نیچے۔ (۴) بیت اللہ کے اندر (۵) زمزم کے پاس پانی پینے کے وقت (۶) صفا پر جب سعی کرنے لگیں۔ (۷) مروہ پر جب سعی کرنے لگیں۔ (۸) طواف صفا مروہ میں۔ (۹) مقام ابراہیم پر طواف بیت اللہ کی دو رکعت پڑھنے کے وقت۔ (۱۰) عرفات میں (۱۱) مزدلفہ میں۔ (۱۲) منیٰ میں (۱۳) جمروں کے پاس بجز جمرہ عقبہ۔ (ایضاح للنووی بحوالہ رسالہ حسن بصری)

واپسی کی دعا اپنے شہر یا گاؤں میں واپس آنے کے وقت یہ دعا پڑھیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے وہ ہر شئے پر قادر ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے توبہ کرنے والے ہیں اسی کے لئے عبادت اور سجدہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچا کر دیا۔ اور اس نے اپنے بندے کی مدد کی، اور اس اکیلے نے لشکروں کو شکست دی۔ مسئلہ اپنے شہر یا گاؤں میں پہنچ کر مکان میں جانے سے پہلے قریب کی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھیں۔

نوٹ:۔ حاجی چونکہ اللہ کی طرف سے مغفور ہوتا ہے، اس لئے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے، لوگوں کو چاہیے کہ اس سے ملاقات کریں، اور دعا کرائیں خدا تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیق بخشے کہ وہ زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہو کر اپنے گناہوں اور خطاؤں کو بخشوائیں واللہ الموفق للصواب والیہ المرجع والمآب۔

تنبیہ:۔ حج کے تمام مناسک و احکام عرض کر دیئے گئے ہیں۔ حجاج کرام کو چاہیے کہ ان کے مطابق فریضہ حج ادا کریں، کیونکہ یہ مبارک سفر بار بار میسر نہیں آتا، اس لئے موافق سنت ادا کرنا چاہیئے۔ نیز حاجی کو چاہیئے، کہ وہ یہ سمجھے کہ میں مکہ مکرمہ میں توبہ کر چکا ہوں، اس کو کبھی نہ توڑوں گا۔ صبح و شام استقامت و اطاعت و خاتمہ بالایمان کی دعا مانگتے رہیں، صغائر و کبائر تمام گناہوں سے کلی پرہیز کریں۔ بدعات اور بری خصلت کو چھوڑ دیں۔ وباللہ التوفیق بیدہ اللہ عبداللہ امرتسری ۱۹۳۶ء (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۴۹۳ طبع دہلی)

احکام حج

از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ

جاننا چاہیئے کہ جس کا ارادہ حج کا ہو۔ اور ہندوستان سے روانہ ہو اور سورت کی راہ سے جہاز پر مکہ معظمہ کی طرف جاوے، تو چاہیئے کہ جب جہاز یلملم کے سامنے پہنچے تو احرام باندھے، اور احرام باندھنے کا چار طریقہ ہے، ایک طریقہ یہ ہے کہ صرف حج کا احرام باندھے۔ اور اس کو افراد کہتے ہیں، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ عمرہ کا احرام باندھے، اور جب مکہ معظمہ میں پہونچے تو عمرہ کے افعال حج کے مہینوں میں ادا کرے۔ اور حلال ہو جاوے یعنی احرام اوتار دیوے، اور پھر حج کا احرام باندھے اور حج ادا کرے۔ اور اس کو تمتع کہتے ہیں، اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حج کے مہینوں کے علاوہ کسی دوسرے مہینہ میں عمرہ کا احرام باندھے، اور حج کے مہینے یہ ہیں۔ شوال۔ ذوالقعدہ، ذی الحجہ۔ اور عمرہ کے افعال ادا کرے۔ اور احرام اوتار دیوے۔ اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ جب میقات پر یا اس کے سامنے پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا ایک ہی ساتھ احرام باندھے، اور جب مکہ معظمہ میں پہنچے تو عمرہ کے افعال ادا کرے لیکن ابھی احرام نہ اوتار سکے گا۔ بلکہ احرام کی حالت میں رہے گا۔ تو جب حج کے ایام آویں۔ تو حج کے افعال ادا کرے اور احرام اتار دیوے، اور اس کو قران کہتے ہیں، اور یہ قسم یعنی قران بہتر اور افضل ہے، امام اعظم رح کے نزدیک تمتع اور افراد سے، اور جب ارادہ ہووے کہ احرام باندھے تو چاہیے کہ ہاتھ اور پاؤں کے ناخن کٹوادے اور بغل کے بال منڈوادے۔ اور زیرناف کے بال دور کرے، اور مونچھ کے بال کٹوادے یا منڈوادے، اور اگر سر منڈوانے کی عادت ہو تو سر بھی منڈوادے، اور نہ صرف کنگھی کرے۔ اور اگر زوجہ یا شرعی لونڈی ہمراہ ہووے تو اس کے ساتھ جماع کرے اور خوشبو لگاوے، اور احرام کے وقت یہ سب افعال کرنا مستحب اور بہتر ہیں۔ لیکن احرام کے واجبات اور ضروریات سے نہیں، پھر وضو کرے، اور مستحب ہے کہ غسل کرے، اور پاکیزہ اور نئی لنگی اور چادر پہنے یا دھوئی ہوئی لنگی اور چادر پہنے، اور دو رکعت نفل کی نماز پڑھے، اور اگر قران کا ارادہ ہووے تو اس طرح نیت کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِی وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّی (ترجمہ) یعنی اے پروردگار حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں آسان فرما، ان دونوں کو میرے حق میں اور یہ دونوں میری عبادت قبول فرما، اور اگر تمتع کا ارادہ ہووے تو اس طرح نیت کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِی وَتَقَبَّلْھَا مِنِّی۔ یعنی اے پروردگار ارادہ کرتا ہوں عمرہ کا وہ میرے حق میں آسان فرما، اور قبول فرما پھر حج یا عمرہ کی نیت سے تلبیہ کہے، اور تلبیہ کی عبارت یہ ہے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔

یعنی اے پروردگار تیری اطاعت کے لیے حاضر ہوں، تیری اطاعت کیلئے حاضر ہوں، تحقیق سب حمد تیرے لئے

ثابت ہے، اور سب نعمت تیری طرف سے ہے، اور ملک تیرے واسطے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، اور ان الفاظ سے کم نہ کرے، اور اگر اس سے زیادہ کہے تو مضائقہ نہیں، پھر اس کے بعد اکثر اوقات تلبیہ باواز بلند کہتا رہے خصوصاً زیادہ بہتر ہے کہ فرض اور نفل کی نماز کے بعد ہمیشہ برابر کہا کرے، اور ایسا ہی سحر کے وقت بھی تلبیہ کہنا بہت بہتر ہے، اور جب قافلہ سے ملاقات ہووے تو اس وقت بھی بہتر ہے کہ تلبیہ کہے، اور جب میدان میں بلند جگہ پر چڑھے یا بلندی سے نیچے اترے۔ تو اس وقت بھی تلبیہ کہنا بہت بہتر ہے، غرض کہ یہ سفر گویا بمنزلہ نماز کے ہے، تو جیسے نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن میں جاتے ہیں۔ تو تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتے ہیں، اسی طرح اس سفر میں بھی جب بلندی سے نیچے اترے یا نیچے سے بلندی پر چڑھے تو اس وقت تلبیہ کہے۔ بلکہ تلبیہ اکثر وردِ زبان رہے، اور احرام کی حالت میں واجب ہے کہ چند چیز سے پرہیز کرے، منجملہ اس کے یہ امور ہیں کہ سلا ہوا کپڑا نہ پہنے مثلاً کرتا اور جامہ جبہ اور قبا اور پائجامہ اور بارانی اور موزہ اور دستانہ اور ٹوپی وغیرہ سلا ہوا کپڑا نہ پہنے، اور جو کپڑا زعفران سے رنگا ہوا ہو یا کسم کے پھول سے رنگا ہوا ہو یا اور کسی خوشبودار رنگ سے رنگا ہو وہ کپڑا بھی استعمال میں نہ لاوے اور اگر ہمیانی یعنی ڈوڑا کہ اس میں روپیہ رکھا جاتا ہے، کمر میں باندھے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور جماع نہ کرے، اور عورت کا بوسہ بھی نہ لیوے، اور نہ اس کو شہوت کی حالت میں چھووے، اور نہ کوئی دوسرا ایسا فعل کرے کہ اس سے جماع ہو جانے کا خوف ہو، اور بیہودہ بات نہ کہنے اور عورتوں کے سامنے جماع کا ذکر زبان پر نہ لاوے اور فسق و فجور نہ کرے، اور جنگ و جدال نہ کرے، اور صحرائی جانور کا شکار نہ کرے حتیٰ کہ نہ اس میں مدد کرے، اور نہ اس کی طرف اشارہ کرے، اور نہ کوئی دوسرا فعل کرے کہ احتمال ہو کہ اس سے کسی دوسرے شخص کو صحرائی جانور معلوم ہو جاوے اور وہ شکار کرے، اور دریائی جانور کا شکار مثلاً مچھلی کا شکار جائز ہے۔ اور خوشبو کے استعمال سے پرہیز کرے اور ناخن نہ کٹوائے، اور سر اور ڈاڑھی کا بال خطمی وغیرہ سے نہ دھووے اور اپنا منہ اور سر کسی چیز سے نہ چھپائے اور سلا ہوا کپڑا جس طرح اس کپڑے کے پہننے کا معمول ہو اس طرح نہ پہنے اور اگر خلاف معمول دوسری طرح استعمال کرے، تو اس میں مضائقہ نہیں مثلاً کرتہ اور پائجامہ کو لنگی کی طرح پہنے تو اس میں مضائقہ نہیں، اور چند جانور ہیں کہ حالت احرام میں اُن کو مار ڈالنا جائز ہے، نہ دم واجب ہوتا ہے، اور نہ صدقہ واجب ہوتا ہے اور وہ جانور یہ ہیں۔ زاغ اور چیل، سانپ اور بچھو۔ موش اور چھچوندی کھٹمل اور بھیڑیا۔ شغال اور پروانہ۔ مکھی اور مورچہ۔ آفتاب پرست اور زنبور پسو اور ساہی مچھر اور درندہ جانور کہ حملہ کرتے ہیں، اور باقی جو دوسرے موذی جانور ہیں۔

فرائض حج۔ حج میں چار چیزیں فرض ہے۔ اول فرض احرام ہے اور دوسرا فرض عرفات میں ٹھہرنا ہے، عرفہ کے دن اور اس کا وقت عرفہ کے دن زوال کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اور دوسرے دن یعنی عید الاضحیٰ کی فجر تک باقی رہتا ہے، اور تیسرا فرض طواف زیارت ہے، اور عید الاضحیٰ کے دن طواف کرنا افضل ہے۔ اور ایام نحر کے بعد تک طواف کرنے

میں دیر کرنے سے دم لازم آتا ہے۔ اور چوتھا فرض یہ ہے کہ یہ افعال بترتیب ادا کرے، یعنی پہلے احرام باندھے، پھر اس کے بعد عرفات میں وقوف کرے، یعنی ٹھہرے، پھر اس کے بعد طواف زیارت کرے، اور اگر ان میں سے کوئی فوت ہوجاوے، تو حج ادا نہ ہوگا۔ واجبات حج۔ حج میں واجب چند چیز ہے، ایک مزدلفہ میں وقوف کرنا یعنی ٹھہرنا (۲) دوسرے سعی کرنا درمیان صفا اور مروہ کے۔ (۳) تیسرے کنکری پھینکنا۔ (۴) چوتھے آفاقی پر واجب ہے۔ طواف رخصت کرنا۔ (۵) پانچواں سر کا بال منڈانا یا کاٹنا۔ (۶) چھٹے احرام میقات سے باندھنا۔ (۷) ساتواں عرفات میں وقوف کرنا یعنی ٹھہرنا غروب آفتاب تک۔ (۸) آٹھواں طواف شروع کرنا حجر اسود سے اور بعضے علما کے نزدیک یہ سنت ہے، نویں طواف شروع کرنا داہنے طرف سے۔ (۱۰) دسویں جب عذر نہ ہووے تو طواف پیادہ پا کرنا (۱۱) گیارھویں طواف باطہارت کرنا۔ (۱۲) بارھویں طواف میں ستر عورت چھپانا۔ (۱۳) تیرھویں سعی کرنے میں درمیان صفا اور مروہ کے صفا سے شروع کرنا (۱۴) چودھویں سعی درمیان صفا اور مروہ کے پیادہ پا کرنا جب عذر نہ ہووے (۱۵) پندرھویں ذبح کرنا بکری یا اس کے مانند کوئی دوسرا جانور اور یہ قارن اور متمتع پر واجب ہے، (۱۶) سولھویں ہر سات شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا (۱۷) سترھویں ترتیب سے کنکری پھینکنا اور بال منڈوانا اور ذبح کرنا۔ اس طرح کہ پہلے کنکری پھینکے، پھر اس کے بعد ذبح کرے، پھر بال منڈوائے پھر طواف زیارت کرے۔ (۱۸) اٹھارھویں طواف زیارت ایام نحر میں کرنا، یعنی طواف زیارت کرنا عید الاضحیٰ اور اس کے بعد کے دو دن میں۔ (۱۹) انیسویں طواف اس طرح کرنا کہ حطیمہ بھی طواف میں داخل ہووے۔ (۲۰) بیسویں سعی درمیان صفا اور مروہ کے کرنا۔ (۲۱) اکیسویں بال منڈوانا مقام معین اور وقت معین میں یعنی حرم کے مقام میں ایام نحر میں بال منڈوانا۔ (۲۲) بائیسویں ممنوعات سے باز رہنا بعد وقوف عرفہ کے مثلاً جماع وغیرہ نہ کرنا۔

سنت:۔ مستحب اور آداب حج میں وہ امور ہیں، جو امور مذکورہ بالا کے علاوہ افعال حج کے ہیں، اور جس چیز کے ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے، وہ چیز واجب ہے۔ اور دم سے مراد تین چیز ہے، اونٹ۔ گائے، بکری اور بکری کا دم دینا کافی ہے، مگر دو صورت میں کافی نہیں، ایک یہ کہ طواف فرض جنابت کی حالت میں کیا جاوے اور دوسری یہ کہ جماع بعد وقوف کے کیا جاوے۔ تو ان دونوں صورت میں بکری کا دم دینا کافی نہیں۔ بلکہ گائے یا اونٹ ذبح کرنا چاہیئے، قران اور تمتع کی ہدی کے گوشت میں سے خود کھانا جائز ہے، بلکہ مستحب ہے، جیسے یہی حکم قربانی کے گوشت کا ہے، اور نفلی ہدی کے گوشت میں سے بھی خود کھانا جائز ہے، اور ان صورتوں کے علاوہ اور کسی دوسری صورت میں جو حج میں دم دیا جاوے، اس کا گوشت خود کھانا جائز نہیں، اور اگر قران اور تمتع کا ہدی دینے سے عاجز ہووے تو اس پر لازم ہے کہ دس روزہ رکھے، اس ترتیب سے کہ تین روزہ یوم نحر کے قبل اس ترتیب سے رکھے کہ تیسرا روزہ عرفہ کے دن پڑے، اور سات روزہ حج سے فراغت

ہونے کے بعد رکھے، اور یہ سات روزہ جس جگہ چاہئے، وہاں رکھے، اور اگر بال منڈانے کے قبل ہدی پر قادر ہووے، تو اس پر ہدی لازم ہے، روزہ اس کے عوض نہیں ہو سکتا ہے، اور جبکہ مکہ معظمہ میں جانے کا ارادہ کرے تو چاہیئے کہ غسل کرے، اور یہ مستحب ہے، اور مکہ معظمہ کی بلند زمین کی طرف سے داخل ہووئے، اور بلندی کی جگہ ثنیتہ ہے۔ اور اُس کو ثنیتہ ابراہیم بھی کہتے ہیں، اور بہ نسبت رات کے دن کو داخل ہونا بہتر ہے اور جب مکہ معظمہ میں داخل ہووے۔ تو چاہئے کہ پہلے مسجد حرام جاوے، پھر اُس کے بعد جہاں اپنا مال و اسباب رکھنا منظور ہو، وہاں رکھے، اور مستحب ہے کہ جب مسجد حرام میں داخل ہووے تو تلبیہ کہے، اور بنی شیبہ کے دروازہ کی طرف سے کہ اس کو باب اسلام بھی کہتے ہیں، مسجد حرام میں جائے، اور نہایت ادب اور تعظیم اور خشوع خضوع اور عاجزی کے ساتھ جاوے، اور جب بیت اللہ پر نظر پڑے، یعنی اس کو دیکھے تو تہلیل کرے، یعنی یہ کہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یعنی اللہ بڑا ہے۔ اور نہیں ہے کوئی معبود و قابل پرستش کے سوا خدا کے۔ اور جب کعبہ شریف کے اندر جانے کا ارادہ کرے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت یاد کرتا ہوا جاوے، اور طواف عمرہ کا اور طواف قدوم بجالاوے، اور یہ امر اس قارن اور مفرد کے لئے سنت ہے، کہ وہ مکہ معظمہ کا رہنے والا نہ ہو، اور اس طرح طواف کرے کہ پہلے منہ حجر اسود کی طرف کرے تکبیر اور تہلیل کہے، اور جب بوسہ دینے کے واسطے حجر اسود کے پاس جاوے تو دونوں ہاتھ اُٹھائے، جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اٹھایا جاتا ہے، اور حجر اسود کو بوسہ دیوے۔ بشرطیکہ ممکن ہو کہ کسی کو بغیر ایذا پہنچانے کے بوسہ دے سکے، اور اگر ہجوم اور مجمع زیادہ ہووے، اور اس سبب سے بوسہ نہ دے سکے تو حجر اسود کو ہاتھ سے مس کرے، اور ہاتھ کو چومے اور اگر یہ بھی ناممکن ہووے تو کسی دوسری چیز سے حجر اسود کو مس کرے اور اس چیز کو چومے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو حجر اسود کے سامنے اپنا رُخ کرے، تکبیر اور تہلیل و حمد کہے، اور درود شریف پڑھے، اور طواف حجر اسود کی طرف سے شروع کرے اور سات مرتبہ کعبہ شریف کے گرداگرد طواف کرے، اور طواف ساتھ تقلیب اضطباع کے کرے، اور تقلیب اضطباع سے مراد یہ ہے، کہ اپنی چادر داہنی بغل کے نیچے کرے، اور دوسرا کنارہ بائیں مونڈھے پر ڈال دیوے اور اسی ہیئت کے ساتھ سات مرتبہ مع حطیم کے طواف کرے، اور پہلے جو تین مرتبہ دورہ کرے تو اس میں رمل بھی کرے، یعنی تیز چلے، اور دونوں مونڈھے ہلاتا ہوا چلے، اور جب حجر اسود کے سامنے پہنچے تو جیسا سابق میں مذکور ہوا اُسی طرح استلام اور تہلیل و تکبیر کہے، اور درود شریف پڑھے، اور استلام حجر اسود سے مراد یہ ہے، کہ حجر اسود کو بوسہ دیوے۔ بشرطیکہ بوسہ دینے میں دوسرے کو ایذا نہ پہنچاوے، اور اگر ہجوم کے سبب نہ دے سکے، تو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ چوم لیوے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہووے تو کسی چیز سے حجر اسود کو چھووے اور وہ چیز چوم لیوے۔ اور یہ بھی اگر ممکن نہ ہو تو اُس کے سامنے رخ کر کے کھڑا ہووے، اور جب طواف

ختم ہوجاوے تو اس وقت بھی ایسا ہی کرے اور بہتر ہے کہ رکن یمانی کو بوسہ دیوے، اور رکن یمانی حجر اسود
کے مقابلہ میں ہے، پھر اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، اور یہ نماز حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، اور یہ نماز
مقام ابراہیم کے پاس پڑھے، اور اگر بسبب ہجوم کے وہاں نہ پڑھ سکے تو مسجد حرام میں جہاں چاہے، وہاں پڑھے، اور
پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قل یاایہا الکافرون پڑھے، اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد قل ہو اللہ احد پڑھے، اور
نماز کے بعد اپنی مراد کیلئے دعا کرے، اور چاہ زمزم پر جاوے، اور زمزم کا پانی شکم سیر ہو کر پیوے، اور پھر ملتزم کے
مقام میں آوے، اور حجر اسود کو بوسہ دیوے تکبیر اور تہلیل کرے، اور درود شریف پڑھے، اور مفرد کے حق میں بہتر
ہے کہ طواف زیارت کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، اور اگر بعد طواف قدوم کے سعی کرے تو یہ بھی
جائز ہے، اور مسجد حرام سے باہر نکل کر صفا کے پاس آوے، اور صفا کے اوپر اس قدر بلندی پر جاوے کہ وہاں سے خانہ
کعبہ نظر آوے، اور وہاں کعبہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہووے، اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھاوے اور تکبیر
اور تہلیل اور تحمید کہے اور درود شریف پڑھے، اور جو چاہے دعا کرے، پھر اتر کر مروہ کے پاس آوے،
اور مشی کرے، اور جب بطن وادی میں پہنچے تو میل اخضر سے دوسرے میل تک سعی کرے یعنی تیز چلا جاوے
اور مروہ کے اوپر جاوے، اور قبلہ رو کھڑا ہووے، حمد اور تہلیل و ثنا کرے اور درود شریف پڑھے، اور جس طرح
صفا پر تکبیر اور رفع یدین کیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی کرے، اور اسی طرح سات مرتبہ آمد و رفت کرے،
صفا سے شروع کرے، اور مروہ پر ختم کرے، اور سعی میں شرط ہے کہ طواف کے بعد ہووے، اور اگر طواف
سے قبل سعی کرے تو ضرور ہے کہ پھر دوبارہ سعی کرے، اور اس سعی کے لئے طہارت ضرور نہیں، اور اگر با طہارت سعی
کرے، تو افضل ہے، اور اولیٰ ہے، بلکہ عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے بھی طہارت شرط نہیں، اور ایسا
ہی کنکری پھینکنے میں بھی طہارت شرط نہیں، اور طواف کے لئے طہارت ضروری ہے، اور طواف اور سعی کرنے کے
وقت بات کرنا مکروہ ہے، اور جب سعی سے فارغ ہووے، تو پھر مسجد حرام میں جاوے، اور وہاں دو رکعت نماز
پڑھے، اور یہ بہتر ہے واجب نہیں، پھر اس کے بعد مکہ معظمہ میں اقامت کرے، اور جس قدر چاہیئے نفل کے طور پر طواف
کرے، اور اگر احرام اتار ڈالا ہو تو ترویہ کے دن یعنی آٹھویں ذی الحجہ کو پھر حج کا احرام باندھے، اور اگر ساتویں ذی الحجہ
کو امام خطبہ پڑھے، اور اس میں حج کے احکام بیان کرے، مثلاً عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے جانا اور کنکری
پھینکنا اور وہاں منڈوانا اور جانور ذبح کرنا طواف کرنا، اور منا میں رہنا وغیرہ حج کے احکام بیان کرے، تو بہتر ہے،
اور خطبہ سنے، اور ایسا ہی عرفہ کے دن عرفات میں امام خطبہ پڑھے، اور سب لوگ سنیں، اور گیارھویں ذی الحجہ کو منیٰ
میں حج کے احکام بیان کئے جاتے ہیں، تو چاہیئے کہ وہ بھی سنے، اور آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھے ہوئے فجر کے
بعد آفتاب طلوع ہونے پر منیٰ میں جاوے، اور اگر ظہر پڑھ کر کے جاوے، تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، اور عرفہ کی

رات منیٰ میں گذارے اور فجر کی نماز تاریکی میں عرفہ کے دن پڑھے، اور اس کے بعد عرفات کی طرف چلے اور اگر آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ میں نہ آوے اور صرف عرفہ کے دن عرفات میں جاوے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن سنت کے خلاف ہے، اور عرفات میں جہاں چاہے وہاں اترے، مگر بطن عرفہ میں نہ اترے، اور افضل ہے کہ پہاڑ کے نزدیک ٹھہرے اور سنت ہے کہ عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرے، اور فرض ہے کہ عرفات میں ٹھہرے کہ بغیر اس کے حج ادا نہیں ہوتا ہے، اور امام کا خطبہ سنے اور امام کے ساتھ احرام باندھے ہوئے ظہر اور عصر کی دونوں نماز ایک ساتھ پڑھے، اور نہایت خشوع خضوع اور خلوص کے ساتھ استغفار اور تلبیہ اور تہلیل تسبیح اور ثنا کرے، اور درود شریف پڑھے، اور اپنی حاجت کے واسطے دعا مانگے، اور آفتاب غروب ہونے وقت امام کے ہمراہ مزدلفہ میں جاوے، اور اثناء راہ میں استغفار، تلبیہ، ذکر اور حمد بہت کرے، اور درود شریف اکثر پڑھتا رہے، اور مزدلفہ میں جاکر امام کے ساتھ مغرب اور عشاء کی دونوں نماز ایک ساتھ پڑھے، اور عشاء کے بعد رات وہیں گذارے، اور رات کو وہاں رہنا واجب ہے، اور مستحب ہے کہ تمام رات نماز اور قرآن شریف کی تلاوت ذکر اور دعا میں مشغول رہے، اور بیدار رہے، اور بے مجرد فجر ہونے کے تاریکی میں فجر کی نماز ادا کرے، اور جہاں چاہے مزدلفہ میں ٹھہرے، مگر وادی محسّر میں نہ ٹھہرے، اور جب اس وادی میں گذرے تو نہایت تیزی کے ساتھ وہاں سے نکل جاوے، اور فجر کے بعد روشنی ہونے تک وہاں ٹھہرے، اور جب روشنی ہو جاوے تو منیٰ کی طرف آوے، اور منیٰ جمرہ عقبہ پر سات کنکری پھینکے اور ہر کنکری پھینکنے کے وقت تکبیر کہے، اور جب پہلی کنکری پھینکے تو تلبیہ موقوف کرے، پھر جانور ذبح کرے، پھر بال منڈاوے یا بال کترا وے، اور اس کے بعد مکۃ معظمہ میں آوے اور طواف زیارت کرے، اور اگر پہلے سعی کرچکا ہو تو اس وقت سعی کی ضرورت نہیں، اور اگر پہلے سعی نہ کی ہوئے تو طواف زیارت کے بعد سعی کرے، اور سعی کا طریقہ اوپر مذکور ہوا ہے، اور بال منڈانے کے بعد مستحب ہے کہ ناخن کٹواوے اور مونچھ کا بال کٹواوے اور زیر ناف کا بال دور کرے، اور جو چیز احرام کی وجہ سے حرام تھی، وہ سب چیز اس کے لئے بال منڈانے کے بعد حلال ہو جاتی ہے، مگر جماع اور توابع جماع کا حلال نہیں ہوتا ہے، بلکہ جماع اور توابع اس کا طواف زیارت کے بعد حلال ہوتا ہے، اور طواف زیارت کے بعد منیٰ میں آوے اور تین رات وہاں شب باش رہے، اور دن کے وقت مکۃ معظمہ میں جاکر کعبہ کی زیارت کا طواف کرے، اور رات کے وقت منیٰ میں اقامت کرے، اور یوم نحر سے دوسرے دن تینوں جمرہ پر کنکری پھینکے، پہلا جمرہ مسجد خیف کے متصل ہے، اس جمرہ پر سات کنکری پھینکے، پھر اس کے بعد جمرہ وسطیٰ پر کنکری پھینکے پھر اس کے بعد جمرہ عقبہ پر کنکری پھینکے اور ہر کنکری پھینکنے کے وقت تکبیر کہے، اور اسی طرح تیسرے دن بھی تینوں جمرہ پر سات سات کنکری پھینکے، اور اگر چوتھے دن بھی وہاں رہے، تو اس پر لازم ہوگا کہ اس دن بھی تینوں جمرہ پر کنکری پھینکے اور اگر

وہاں سے کوچ کیا تو اس کے ذمہ سے رمی ساقط ہو جائے گی، اور رمی کا وقت ان تینوں دن میں زوال کے بعد ہے، لیکن چوتھے دن اگر فجر کے بعد قبل زوال کے رمی کرے تو جائز ہے، مگر مستحب اور مسنون ہے کہ زوال کے بعد رمی کرے، دوسرے اور تیسرے دن زوال کے قبل رمی جائز نہیں، اور مستحب ہے کہ کنکری چھوٹی چھوٹی ہو بہت بڑی نہ ہو، اور پاک ہو اور کنکری جمرات کے نزدیک سے نہ اٹھاوے، بلکہ مزدلفہ میں یا راہ میں لے لیوے، اور انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی کے درمیان کنکری لے کر پھینکے اور رمی کے وقت جمرات سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر نہ رہے، اور اگر زیادہ فاصلہ ہووے، تو مضائقہ نہیں، اور جس رمی کے بعد پھر رمی ہے وہ رمی پیادہ پا کرے، اور جس رمی کے بعد رمی نہیں، اس میں دونوں برابر ہے۔ چاہے پیادہ رمی کرے، چاہے سوار ہو کر رمی کرے، اور وادی میں کھڑا ہووے، اور اوپر کنکری پھینکے اور چاہے کہ کنکری پھینکتے وقت منی داہنے طرف ہووے اور کعبہ شریف بائیں طرف ہو، اور اگر کنکری جمرات سے دور گرے گی تو کنکری پھینکنا درست نہ ہوگا، چاہے کہ کنکری جمرات پر پڑے، یا اس کے نزدیک گرے، اور داہنے ہاتھ سے پھینکے اور ہر کنکری علیحدہ علیحدہ پھینکے، اگر سب کنکری ایک ہی مرتبہ ہاتھ میں لے کر پھینکدیوے تو درست نہیں، وہ صرف ایک مرتبہ پھینکنا شمار ہوگا، اور ان افعال کے بعد وادی محصب میں آوے، اور وہاں ایک ساعت ٹھہرے، اور پھر مکہ معظمہ میں جاوے، اور طواف صدر کرے، اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہاں سے مراجعت کرنے کا ارادہ ہووے، ورنہ مکہ معظمہ میں جاوے، اور وہاں اقامت کرے، اور یہ طواف واجب ہے، اور اس طواف میں رمل اور سعی نہیں اور طواف کے بعد چاہ زمزم پر جاوے، اور شکم سیر ہو کر زمزم کا پانی پیوے، اور چند مرتبہ کر کے پانی پیوے، اور ہر مرتبہ کعبہ شریف کی طرف نظر کر کے پانی پیوے، اور اپنے منہ سر اور بدن میں بھی زمزم کا پانی ملے، اور پھر بیت اللہ کی طرف آوے، اور اگر ہو سکے تو کعبہ شریف کے اندر داخل ہووے، اور اندر داخل ہونا ممکن نہ ہووے تو آستانہ اور مقام ملتزم کو بوسہ دیوے، اور اپنا منہ اور سینہ اس پر رکھے، اور ملتزم سے سینہ کو بنائے اور کعبہ کا آستانہ پکڑے، اور نہایت گریہ وزاری کرے، اور اس وقت بھی تکبیر و تہلیل وغیرہ اشغال و ذکر اور حمد وثنا میں مشغول رہے، اور اپنی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرے، اور کعبہ شریف کی طرف منہ کئے ہوئے پس پا مسجد حرام سے باہر آوے، اور جہاں چاہے، وہاں روانہ ہووے، اور عمرہ سنت ہے، واجب نہیں، اور ہر سال چند مرتبہ ادا ہو سکتا ہے، اور عمرہ کا وقت تمام سال ہے، مگر ایام حج میں مکروہ ہے، اور ایام حج کا روز عرفہ اور روز نحر اور ایام تشریق ہے، اور ایام حج میں بھی عمرہ اس کے حق میں مکروہ کہ جو قارن نہ ہو، اور عمرہ میں احرام اور طواف ہوتا ہے، اور عمرہ میں واجب دو چیز ہے، ایک سعی کرنا درمیان صفا اور مروہ کے اور دوسرے بال منڈوانا یا کترنا اور حج میں جو شرائط ہیں، وہی عمرہ میں بھی شرائط ہیں، اور حج میں جو سنن

اور آداب ہیں، وہی عمرہ میں بھی سنن اور آداب ہیں، اور احکام جنایات کے یہ ہیں، کہ اگر محرم کسی ایک عضو میں کامل طور پر خوشبو استعمال کرے یا اپنے سر میں مہندی کا خضاب لگاوے، یا روغن زیتون استعمال کرے یعنی بدن میں لگاوے، یا ایک روز تمام دن سلا ہوا کپڑا اس طرح پہنے رہے کہ اسی طرح وہ کپڑا پہننے کا معمول ہو یا ایک روز تمام دن اپنا سر چھپائے رہے یا چوتھائی سر کا بال منڈوادے یا ایک بغل دور کرے یا زیر ناف کا بال دور کرے یا گردن کا بال دور کرے یا اپنی ہاتھ کے ناخن کٹوا وے یا دونوں پاؤں کا ناخن کٹوا دے یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا ناخن کٹوا دے یا طواف قدوم یا طواف صدر جنابت کی حالت میں کرے یا طواف فرض بلا وضو کرے، یا عرفات سے جو دن واپس آنے کا ہے، اس سے پہلے پھر آوے، یا سعی ترک کرے، یا مزدلفہ کا وقوف ترک کرے، یا ایک دن کی رمی ترک کرے یا دو روزاوں کی رمی ترک کرے یا احرام کی حالت میں اپنی عورت کا بوسہ لیوے یا اپنی عورت کو شہوت کے ساتھ چھووے یا سر منڈوانے میں ایام نحر سے تاخیر کرے، یا طواف زیارت میں ایام نحر سے تاخیر کرے، یا حج کے اعمال سے کوئی عمل دوسرے عمل پر شرع کے خلاف مقدم کرے، مثلاً رمی کے قبل سر منڈوائے یا جانور ذبح کرنے قبل سر منڈوادے تو ان سب صورتوں میں دم واجب ہے، اور اگر قارن نے جانور ذبح کرنے کے قبل سر منڈوایا تو اس پر دو دم لازم آوے گا، اور اگر احرام کی حالت میں کسی عضو میں خوشبو لگادے، مگر اس عضو میں تمام جگہ خوشبو نہ لگاوے یا اپنا سر چھپاوے یا ایک دن سے کم وقت سلا ہوا کپڑا پہنے رہے، یا چوتھائی سر سے کم منڈوادے یا پانچ انگلی سے کم انگلی کا ناخن کٹوادے، اگر ایک ہی جگہ نہ کٹوادے، بلکہ دو تین جگہ کٹوادے یا طواف قدوم یا طواف صدر بلا وضو کرے یا تین جمرہ سے کسی ایک جمرہ کی رمی بعد یوم نحر کے ترک کرے یا دوسرے کا سر مونڈے تو ان صورتوں میں صدقہ واجب ہے، اور صدقہ آدھا صاع گیہوں دینا چاہیئے، اور اگر محرم کو بیماری کا عذر ہووے، اور اسی وجہ سے خوشبو استعمال کرے یا بال منڈائے یا سلا ہوا کپڑا پہنے تو اس صورت میں محرم پر لازم آوے گا کہ تین چیز سے کوئی ایک چیز عمل میں لاوے، یعنی ایک بکری ذبح کرے یا چھ مسکین کو تین صاع گیہوں تین دن تک ہر روز دیوے، اس طرح کہ ہر مسکین کو آدھا آدھا صاع دیوے، اور تین دن پے درپے دیوے، یا متفرق دیوے یا تین دن روزہ رکھے، اور اگر محرم صحرائی جانور کا شکار کرے، یا اشارہ وغیرہ سے دوسرے کو شکار کے جانور سے آگاہ کرے تو اس پر جزا لازم ہووے گی اور جس جگہ شکار کرے، وہاں اس جانور کی جو قیمت ہووے، وہی اس کی جزا ہوگی، پھر اس قیمت سے ہدی خرید کرے، اور وہ ہدی مکہ معظمہ میں ذبح کرے یا گیہوں خرید کرے، اور چھ مسکین کو ہر روز نصف نصف صاع تین دن تک دیوے، اور تین دن پے درپے دیوے یا متفرق دیوے یا ایک ایک صاع خرما یا چھ مسکین گیہوں یا جو دینے کے بدلے میں ایک روزہ رکھے، اور یہ جنایات قصداً کرے، یا سہواً ہووے دونوں صورت

میں ایک ہی حکم ہے، اور ایسا ہی اس کو معلوم ہو کہ یہ جنابت ہے یا نہ معلوم ہو دونوں برابر ہے، اور خوشی سے کرے یا کسی غیر کے جبر کرنے سے کرے تو دم لازم آوے گا، اور اگر محرم خالص خوشبو زیادہ استعمال کرے تو دم لازم آوے گا، اور اگر محرم خوشبودار چیز سونگھے یا خوشبودار میوہ سونگھے تو اس پر کوئی امر لازم نہ آوے گا۔ مگر یہ فعل مکروہ ہے، اور اگر محرم جوئیں مار ڈالے تو کچھ گیہوں مثلاً ایک مٹھی کے اندازے صدقہ دیوے، اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اپنے بدن یا اپنے سر یا اپنے کپڑے سے جوئیں نکال کر مار ڈالے، اور اگر زمین سے اٹھا کر مار ڈالے تو کچھ لازم نہ آوے گا، اور کپڑا دھوپ میں اس غرض سے نہ ڈالے کہ جوئیں وغیرہ مر جاویں، اور اگر ایسا کرے، اور جوئیں مر جاویں تو اس پر لازم آوے گا کہ نصف صاع گیہوں دیوے، اور اگر کپڑا دھوپ میں خشک ہونے کی غرض سے ڈالے، اور یہ غرض نہ ہو کہ جوئیں مر جاویں لیکن دھوپ میں کپڑا رکھنے سے اتفاقاً جوئیں مر جاویں تو اس پر کچھ لازم نہ آوے گا۔ (فقط فتاویٰ عزیزی جلد ۲ صـ۱۸ فخر المطابع لکھنو)

باب الحج

سوال:۔ زید برائے حج مکہ معظمہ گیا، اور اپنے حج کے ساتھ ہی اپنے مرحوم باپ کا حج بھی ادا کر لیا کیا اس طرح باپ کا حج ہو جاتا ہے؟۔

جواب:۔ اس طرح باپ کا حج نہیں ہوتا۔ ایک وقت میں ایک ہی حج ہو سکتا ہے، اور جب تک پہلے اپنا حج نہ کر لیا ہو، دوسرے کا حج بدل نہیں ہو سکتا۔ شبرمہ کی روایت ابو داؤد اور ابن ماجہ میں موجود ہے، جس میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ (اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد ۶ شمارہ ۲۸ صـ۷)

سوال:۔ حجاج کو پاسپورٹ کے ساتھ جو فوٹو کھچوانا پڑتا ہے، کیا وہ جائز ہے یا نہیں؟ (محمد عمر الدین)

جواب:۔ یہ اضطراری حالت ہے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ ایک کام خواہش سے کیا جائے، اور ایک جبر سے دونوں میں بڑا فرق ہے، اسلام میں جبر اور اضطراری کی صورت میں کوئی گرفت نہیں ہے۔

(اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد ۵ شمارہ ۲۸ صـ۷)

توضیح:۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ خدا کسی کو طاقت اس کی سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا ۔۔ ثانی: مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ جو لوگ ایمان سے پیچھے اللہ کے حکموں سے جی کھول کر کفر کریں گے۔ ان پر اللہ کا غضب ہے، اور ان کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔ ہاں جو

کسی طاقت ور کے ہاتھ سے کفر بکنے پر مجبور کیا جائے، مگر دل اس کا ایمان پر ہو، تو اس سے مواخذہ نہ ہوگا، لیکن جو دانستہ اپنے اختیار سے جی کھول کر کفر کریں، ان ہی پر اللہ کا غضب ہے، اور ان ہی کو دکھ کی مار ہوگی نہائی۔ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی دل کھول کر اور اختیار سے کی جائے تو اس پر مواخذہ ہے۔ اور جو جبر و اضطرار سے ہو اس پر مؤاخذہ نہیں ہے (سعیدی)

سوال:۔ زید بوقت مغرب مسجد کو جا رہا تھا۔ کہ مسجد کے قریب ہی سے عمرو نے روک لیا اور لین دین کی باتیں شروع کر دیں، زید نے نماز با جماعت نہیں پڑھی، جس پر بکر کو غصہ آیا، اور اس نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ اب زید حج کو جانا چاہتا ہے، مگر بکر کہتا ہے کہ تیرا حج نہیں ہوگا۔ رقم ضائع کرے گا کیا یہ صحیح ہے (سائل احمد الدین)

جواب:۔ بکر کا فتویٰ غلط ہے، زید نماز با جماعت ضائع کرنے سے گنہگار ضرور ہوا، مگر اس سے کفر لازم نہیں آتا اسے توبہ کرنی چاہیئے۔ اور حج کو جانا چاہیئے۔ (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۶ ش ۲۰ ص ۲)

سوال:۔ زکوٰۃ نہ ادا کئے گئے روپیہ سے حج ہو سکتا ہے یا نہیں؟۔

جواب:۔ کسی مشکوک اور ناپاک مال سے نیک کام سرانجام دینا فضول ہے، (اہلحدیث سوہدرہ جلد ۱۵ ش ۳۰)

توضیح:۔ حدیث میں ہے إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ إِلَّا لِيُطِيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ۔ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۱۵۶) ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض نہیں کیا، مگر تاکہ باقی ماندہ مال کو پاک کرے۔ سرمایہ دار کے مال میں آٹھ قسم کے لوگوں کا حق ہے، جن کو قرآن پاک نے بیان کیا ہے، ان کا حق پہلے ادا کرے، بعد میں حج کو جائے، (سعیدی)

سوال:۔ کسب حرام جیسے گانا وغیرہ سے جو روپیہ بہم پہنچا ہو، اس سے حج وغیرہ اعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نہیں۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحیٰ۔ (فتاویٰ عبد الحیٰ جلد ۱ ص ۴۸۰)

سوال:۔ زید نے انتقال کیا۔ اور اولاد بعض بالغ بعض نابالغ ہے، اور زید نے اتنا ترکہ چھوڑا ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد ہر شخص اپنی جائیداد کا حصہ فروخت کر کے حج کو جا کر واپس بھی آ سکتا ہے مگر ترکہ تقسیم نہیں ہوا اس صورت میں جو ورثا بالغ ہیں، اُن پر حج واجب ہوگا، یا نہیں۔ درصورت عدم وجوب کے یہ جائز ہو سکتا ہے کہ جو ان میں سے بالغ ہیں، بقدر مصارف آمد و رفت وغیرہ کے جائیداد مشترک فروخت کر کے حج کر آئیں، اور یہ ارادہ کر لیں کہ مقاسمہ کے وقت اُس قدر اپنے حصہ میں سے وضع کر دیں گے۔

جواب:۔ اس صورت میں جو لوگ بالغ ہیں، اُن پر حج فرض ہے، اور جب وہ مقاسمہ کے وقت مجرا دینے کا ارادہ کریں، تو بقدر اپنے حصہ کے اُن کو بیع کا اختیار ہے۔ (حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحیٰ از فتاویٰ عبد الحیٰ جلد ۱ ص ۲)

سوال:۔ دو سو بیگہ زمین کے مالک پر حج فرض ہے، یا نہیں؟ ایسا مقروض جو دو سو بیگہ زمین کا واحد مالک ہے، اس پر حج فرض ہے یا نہیں۔ اگر اس پر حج فرض ہے تو زمین بیع کر کے حج کرے یا رہن بھی رکھ سکتا ہے؟

جواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قرآن مجید میں حج کیلئے۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ کی شرط ہے۔ اور حدیث میں اس کی تفسیر زاد اور راحلہ کے ساتھ آئی ہے، یعنی خوراک اور سواری کا انتظام ہو سکے، تو اس پر حج فرض خواہ وہ زمین کی آمد سے ہو یا زمین کی فروخت سے یا کسی اور طریق سے۔ ہاں مروجہ گرو جائز نہیں۔ اور زمین کی آمد کم ہو جس سے گزارہ نہیں چل سکتا۔ بلکہ تنگی رہتی ہے۔ تو اس صورت میں زمین کے ٹکڑے فروخت کرنے کا بھی حکم نہیں ہے۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی)

(تنظیم اہلحدیث جلد ۷ شمارہ ۱۳ صفحہ ۵)

سوال:۔ کیا مکہ میں حاجیوں کیلئے عید پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب:۔ جابرؓ کی لمبی حدیث میں ہے۔ اتی الجمرة التی عند الشجرة فرمٰها بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة منها مثل حصى الخذف رمٰى من بطن الوادى ثم انصرف الى المنحر فنحر ثلثاً وستين بدنة بيده (مشکوٰۃ باب قصۃ حجۃ الوداع ص ۲۱۶) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے قریب ہے، اس کو چھوٹے سات کنکر مارے، جو دو انگلیوں سے مارے جاتے ہیں، پھر قربان گاہ کی طرف لوٹے، پس تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے قربان کئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی پر نماز عید نہیں۔ اگر نماز عید ہوتی تو آپ جمروں سے فارغ ہو کر نماز عید پڑھ کر قربانی کرتے۔ کیونکہ قربانی نماز عید کے بعد ہوتی ہے۔

(عبداللہ امرتسری از روپڑ اخبار تنظیم اہلحدیث روپڑ جلد ۴ ش ۱)

کیا حج کا روپیہ کسی دوسرے مصرف میں آسکتا ہے۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام دریں مسئلہ۔

۱:۔ ایک آدمی جس پر حج فرض ہے۔ حج کے لئے رقم جمع کرائی۔ لیکن متعدد بار قرعہ اندازی میں نام نہ نکلا۔ کسی آدمی نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ رقم بطور قرض مسجد یا مدرسہ پر خرچ کر دیں جب حج کا موقع آئے گا، تو یہ رقم میں اپنی ذمہ داری پر جمع کرا دوں گا، کیا یہ صورت صحیح ہے؟

۲:۔ مذکورہ بالا شخص بذات خود حج کو جانے سے شرعاً معذور ہے، اگر کوئی اس کے حج بدل کا ذمہ لے کر اس سے حج کی رقم وصول کر کے کچھ مدت کے لئے یہ رقم مسجد یا مدرسہ پر صرف کر دے، اور پھر حج بدل کرے کیا یہ صورت جائز ہے؟

۳:۔ اگر کوئی شخص حج کے لئے مخصوص کردہ رقم کو (اس خدشہ کی بنا پر کہ شاید قرعہ اندازی میں متعدد بار کی

ناکامی کے بعد میرا قرعہ نہ نکلے، اور اس آخری عمر میں یونہی چل بسوں۔ اور اسے اپنے ورثاء سے یہ بھی اندیشہ ہو کہ وہ اس رقم سے اس کی طرف حج بدل بھی نہیں کریں گے، مسجد بنانے پر صرف کر دے تو کیا ان مجبوریوں کی وجہ سے حج ساقط ہو گا۔ بینوا توجروا۔ (محمد اکبر بلوچ موضع رتی پنڈی تحصیل قصور ضلع لاہور)

الجواب بعون الوہاب (۱) حج کا وقت مقرر ہے اس سے قبل حج کی رقم کو کسی مفید مصرف میں بصورت قرض استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ وقت پر رقم ادا ہو سکے گی۔ اور حج کی ادائیگی میں تاخیر بھی نہیں ہو گی۔

۲:۔ اس کا جواب پہلے سوال کے جواب میں گذر چکا ہے۔

۳:۔ حج اس کے ذمے فرض ہے، وہ خود حج کرے، اگر وہ مر جائے تو اس کا ولی یا کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے حج کرے، حدیث میں ہے۔ ان امرأة من جہینة جاءت الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقالت ان امی نذرت ان تحج فلم تحج حتی ماتت افاحج عنہا قال نعم حجی عنہا۔ ارأیت لوکان علی امك دین اکنت قاضیہ اقضوا اللہ احق بالوفاء ......۔ یعنی جہینہ قبیلہ کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اور اس نے دریافت کیا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی، پس وہ مر گئی حج نہیں کر سکی کیا میں اس کی طرف سے حج کر دوں۔ پھر فرمایا۔ اگر تیری ماں کے ذمہ قرض ہوتا تو اس کو ادا کرتی، اس نے کہا، ہاں۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا قرض بھی ادا کر، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ وفا کا زیادہ حق دار ہے، اس حدیث سے ظاہر کہ جس طرح قرض کو ادا کرنے کی بجائے کسی دوسرے کار خیر میں رقم کو خرچ کرنا جائز نہیں اس طرح حج کی بجائے حج کی رقم کو کسی دوسرے کار خیر میں خرچ کرنا جائز نہیں، اسلئے حج اس کے ذمے فرض ہے، اور کار خیر اس کے ذمہ فرض نہیں۔ (اخبار تنظیم اہلحدیث لاہور جلد ۲۲ شمارہ ۵)

حج کی رقم فی سبیل اللہ

سوال:۔ ایک شخص کا انتقال ہو گیا ہے، اس کی ایک بیوی ہے، اور ایک بیوہ بیٹی ہے، اس نے حج کے لئے رقم جمع کرائی تھی، لیکن قرعہ اندازی میں نام نہیں نکلا۔ کیا اس رقم کو فی سبیل اللہ خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الوہاب:۔ صورت مسئلہ میں واضح ہو کہ اگر مرنے والا پہلے اپنا فرض ادا کر چکا ہے۔ اور ورثاء کیلئے اس کی دیگر ملکیت کفایت کرے، اور ورثاء بھی بخوشی اجازت دیں تو فی سبیل اللہ خرچ کیا جا سکتا ہے، یا گھر میں بیوی وغیرہ پر استعمال ہو سکتا ہے، ورنہ پہلے اس کا فرض حج بدل اس کی رقم سے کرایا جائے، پھر جو بچے وہ فی سبیل اللہ دیا جائے (عبدالقہار عفی عنہ) (فتاوی ستاریہ جلد ۴ ص ۸۸)

سوال :۔ توحید۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے باوجود استطاعت حج کی بھی ہے، لیکن اپنی غلطی سے حج کو نہیں جاتا، اور اپنے آپ کو اس فعل پر گنہگار بھی سمجھتا ہوں؟

جواب :۔ مالدار ہو کر بغیر حج کئے مرجانا یہودیت و نصرانیت ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بچائے۔ آمین۔

(فقط عبد القہار عفرلہ۔ ۲۰ صفر ۱۳۹۲ھ فتاویٰ ستاریہ جلد ۴ ص ۳۰)

سوال :۔ ایک کسبی نے زنا سے توبہ کی، اب ارادہ اس کا حج کا ہے اور مال اس کے پاس حرام کا ہے ایسے مال سے حج کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب :۔ حج کرنا ایسے مال سے موجب قبولیت و تقرب و رضا الٰہی کا نہیں ہوتا۔ عن[1] ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب الحدیث (رواہ مسلم) پس مال حرام سے حج کرنا درست نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ (فتاویٰ نذیریہ جلد ۲ ص ۱۲۳ طبع لاہور)

سوال :۔ اگر کسی شخص کے پاس مال وجہ حلال سے نہ ہو، لیکن وہ شخص مستطیع ہو۔ تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں اور ایسے شخص مستطیع کا اسی مال سے حج کرنا باعث ثواب ہوگا یا نہیں؟۔

جواب :۔ جس شخص کے پاس مال وجہ حلال سے نہ ہو، بلکہ وجہ حرام سے ہو۔ اور اسی مال حرام ہی سے وہ مستطیع ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہے۔ اور ایسے شخص کا مال حرام سے حج کرنا باعث قبولیت اور ثواب نہیں ہے، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایقبل اللہ الا الطیب، رواہ الشیخان (مشکوٰۃ شریف باب فضل الصدقۃ) واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد الرحمن المبارک کفوری عفی اللہ عنہ

سید نذیر حسین

(فتاویٰ نذیریہ جلد ۲ ص ۱۲۳)

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر حج فرض ہے کسی رئیس یا والی ملک کے ساتھ جا کر رئیس کے روپیہ سے حج ادا کرے، تو اس کا حج ادا ہو جائے گا، یعنی فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاوے گا، یا نہیں؟۔

جواب :۔ وجوب حج سے فارغ الذمہ ہو جاوے گا۔ یعنی فرضیت حج کی اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاوے گی۔ اس کے اوپر یہ آیت دلالت کرتی ہے ۔ وَلِلّٰهِ[2] عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ اس کی تفسیر میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔ عن[3] انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ خود بھی پاک ہے، اور پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے۔

[2] اللہ کا حق ہے لوگوں کے ذمہ کہ جو لوگ راہ کی طاقت رکھتے ہوں وہ بیت اللہ کا حج کریں۔

[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راہ کی طاقت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب ہے سواری خرچ۔

قول اللہ عزوجل من استطاع الیہ سبیلا قال الزاد والراحلۃ رواہ الحاکم ثم قال صحیح علی شرط البخاری ومسلم ولم یخرجاہ ورواہ ابن جریر عن یونس عن الحسن قال قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا فقالوا یا رسول اللہ ما السبیل قال الزاد والراحلۃ ورواہ وکیع فی تفسیرہ عن یونس۔ تفسیر ابن کثیر۔ پس آیت وحدیث سے ثابت ہوا کہ مطلقاً استطاعت شرط ہے، پس جس وقت بیت اللہ تک پہنچ کر ارکان حج کو ادا کیا فرض ساقط ہوگیا، اور جو شخص لے گیا تبرعاً اور اتفاق کیا اس کے اجر کا مستحق ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ احمد علی۔ الجواب صحیح ابو تراب محمد عبدالوہاب۔ الجواب صحیح محمد بشیر عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ جلد ۲ ص ۱۱ طبع لاہور)

منتقی میں ہے:۔ عن ابن عباسؓ ان امرأۃ من خثعم قالت یا رسول اللہ ان ابی ادرکتہ فریضۃ اللہ فی الحج شیخا کبیرا لا یستطیع ان یستوی علی ظہر بعیرہ قال فحجی عنہ رواہ الجماعۃ۔ وعن علی علیہ السلام ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاءتہ امرأۃ شابۃ من خثعم فقالت ان ابی کبیر وقد ادرکتہ فریضۃ اللہ فی الحج ولا یستطیع اداءھا فیجزی عنہ ان اؤدیھا عنہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم رواہ احمد والترمذی وصححہ۔ وعن عبداللہ بن الزبیر قال جاء رجل من خثعم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان ابی ادرکہ الاسلام وھو شیخ کبیر لا یستطیع رکوب الرحل والحج مکتوب علیہ افاحج عنہ قال انت اکبر ولدہ قال نعم قال ارأیت لو کان علی ابیک دین فقضیتہ عنہ اکان یجزی ذلک عنہ قال نعم قال فاحجج عنہ۔ رواہ احمد والنسائی بمعناہ۔ قال الشوکانی فی نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۲۶ واحادیث الباب تدل علی انہ یجوز الحج من الولد عن والدہ اذا کان غیر قادر علی الحج وقد ادعی بعضہم ان ھذہ القصۃ مختصۃ بالخثعمیۃ کما اختص سالم مولیٰ ابی حذیفۃ بجواز ارضاع الکبیر حکاہ ابن عبد البر وتعقب بان الاصل عدم الخصوص واما ما رواہ عبد الملک بن حبیب صاحب الواضحۃ باسنادین مرسلین من ھذا الحدیث فزاد فحجی عنہ ولیس لاحد بعدہ فلا حجۃ فی ذلک لضعف اسنادھما مع ارسال والظاہر عدم اختصاص جواز ذلک بالابن وقد ادعی جماعۃ من اھل العلم انہ خاص بہ قال فی الفتح ولا یخفی انہ جمود انتہی حررہ احمد علی عفی عنہ فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۱۲ (سید محمد نذیر حسین)

ترجمہ:۔ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے کہا اے اللہ کے رسول میرے باپ پر اللہ کا فریضہ حج بڑھاپے میں آکر فرض ہوا ہے، اور وہ اتنا بوڑھا ہے، کہ اونٹ پر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا اس کی طرف سے حج کر۔ حضرت علیؓ کی حدیث میں ہے کہ اس عورت نے اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت مانگی، آپ نے فرمایا اجازت

ہے۔ عبداللہ بن زبیر کی حدیث میں بالکل ایسا ہی واقعہ ایک مرد کی طرف سے بیان کیا گیا ہے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو اپنے باپ کا بڑا بیٹا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا، اور تو اس کو ادا کرتا تو کیا وہ ادا ہوجاتا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا پھر تو اس کی طرف سے حج کر۔

ترجمہ ۱۲:۔ احادیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرف سے حج کر سکتا ہے، اگر باپ کمزور ہو، بعض نے کہا کہ یہ اس عورت کے لئے خاص اجازت تھی، جیسے سالم مولیٰ ابوحذیفہ کو خصوصیت سے بڑا ہونے یا وجود دودھ پینے کی اجازت دے دی گئی تھی، لیکن اس کی تردید کر دی گئی ہے، عبدالملک بن حبیب نے جو روایت بیان کی ہے، اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا تو حج کرلے۔ لیکن تیرے بعد اور کسی کو اجازت نہیں ہے، وہ حدیث مرسل بھی ہے، اور ضعیف بھی ہے لہٰذا اس سے حجت نہیں کی جا سکتی۔

مال زکوٰۃ سے حج

سوال:۔ مال عشر یا زکوٰۃ مسکین شخص کو سفر حج کے لئے دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جمہور اہل علم کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (حررہ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما) (فتاویٰ غزنویہ ص۲۳)

توضیح الکلام:۔ قرآن مجید میں عشر، زکوٰۃ کے آٹھ مصرف بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک مسکین اور ایک فی سبیل اللہ ہے، اور فی سبیل اللہ عام ہر کار خیر کو شامل ہے، حضرت امام بخاری اس مصرف کو جانتے ہوئے صحیح بخاری میں الزکوٰۃ فی الحج یعنی زکوٰۃ کے روپیہ سے حج کرا دینا، اور ابوداؤد شریف میں ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے اونٹ سے ایک صحابی کرایا تھا۔ اور صحیح بخاری میں ہے۔ ویذکر عن ابن عباسؓ یعتق من زکوٰۃ مالہ ویعطی فی الحج حضرت ابن عباس مال زکوٰۃ سے غلام بھی آزاد کرتے، اور مال زکوٰۃ حج میں دیتے وقال الحسن ویعطی فی المجاھدین والذی لم یحج ویذکر عن ابی العاص حملنا النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی ابل الصدقۃ للحج انتہی در فتح الباری میں ہے، وعن احمد واسحٰق الحج من سبیل اللہ اخرجہ ابو عبید باسناد صحیح انتہی ما فی روضۃ الندیہ حاصل یہ کہ حدیث ابی العاص اور قول عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، امام حسن بصری۔ امام احمد اور امام اسحاق کے نزدیک حج فی سبیل اللہ میں داخل ہے، امام بخاری بھی جواز کی طرف مائل ہیں۔ کیونکہ اس کے معارض کوئی اثر نہیں لائے، اور حج پر اطلاق جہاد بھی صحیح ہے، چنانچہ امام بخاری کتاب الحج میں لائے ہیں۔ وقال عمر شدوا الرحال فی الحج فانہ احد الجہادین وعن عائشۃ ام المؤمنین انہا قالت یارسول اللہ نری الجہاد افضل العمل افلا نجاھد قال لا لکن افضل الجہاد حج مبرور۔ امام ابویوسفؒ کا بھی فتویٰ کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ مال زکوٰۃ سے حج کرا دیا جائے۔ تو اس صورت مذکورہ میں شخص

مذکور کو مال زکوٰۃ سے حج کرا دیا جائے تو اس سے حج ہو سکتا ہے۔ یہی تحقیق شیخ الحدیث مولانا محمد یونس دہلوی کی اہلحدیث گزٹ جلد ۸ شمارہ ۱۵ میں ہے اور مولانا نیک محمد شیخ الحدیث مدرسہ غزنویہ امرتسری نے بھی اخبار الاعتصام جلد ۳ شمارہ ۲۰ میں بسط سے لکھا ہے۔ اور نواب صدیق حسن خان والی بھوپال کا میلان بھی روضۃ الندیہ میں یہی معلوم ہوتا ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب۔ الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال ۱۳۹۵ھ

بیت اللہ کی چھت کی طرف دیکھنا

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو کر چھت کی طرف دیکھنا منع ہے، عمرو کہتا ہے، جائز ہے، کیونکہ منع کی کوئی دلیل نہیں زید درست کہتا ہے، یا عمرو؟

جواب:۔ چھت کی طرف دیکھنے کی ممانعت میری نظر سے نہیں گذری۔ ہاں یہ روایت آئی ہے کہ بیت اللہ کی طرف دیکھنے والے کے لئے بیس نیکیاں ہیں، اس میں چھت بھی آجاتی ہے، کیونکہ بیت اللہ ایک تختہ تو سارا دکھائی نہیں دیتا۔ اگر اس کے کسی حصہ کو دیکھے گا۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی) (فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲ صفحہ ۵۹۱)

حج سے پہلے مدینہ منورّہ کی زیارت

سوال:۔ اگر ایام حج میں دیر ہو تو قبل حج براہ راست مدینہ منورّہ جانا کیسا ہے، مکہ مکرمہ بعد میں آکر رہے، اور پھر حج کرے، تو کیا حرج ہے۔ اس طرح کرنے سے حج میں کوئی خرابی آتی ہے یا نہیں؟۔

جواب:۔ حج سے پہلے مدینہ منورّہ جانے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جب حج کا وقت ہی نہیں آیا، تو وہ آزاد ہے، جہاں چاہے جائے۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ زیارت حج کے بعد ہونی چاہئے۔ کیونکہ جن روایتوں میں حضور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کا ذکر ہے ان سے بعض روایت میں ثم یا فاء کا لفظ ہے، جو ترتیب کے لئے ہے یعنی پہلے حج ہو پھر زیارت قبر نبوی ﷺ مگر ان احادیث میں کوئی ایک حدیث صحت کو نہیں پہنچی، بلکہ قریب قریب موضوع ہے، چنانچہ رسالہ زیارت قبر نبوی ﷺ میں میں نے ان پر مفصل بحث کی ہے، بلکہ اس میں یہ بھی ثابت کیا ہے اگر قبر کی زیارت کی نیت سے سفر جائز ہی نہیں۔ مسجد نبوی کی نیت سے سفر ہونا چاہئے۔ وہاں پہنچ کر پھر قبر نبوی ﷺ کی بھی زیارت کرے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی جامعہ قدس اہلحدیث لاہور) (فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲ صفحہ ۵۸۶)

ایک شخص کی بابت نذر مان کر دوسرے کو حج پر لے جانا

سوال:۔ ایک شخص کا لڑکا بیمار ہو گیا۔ اس نے نذر مانی کہ خدا تعالیٰ اس کو صحت بخشے تو میں اس کو حج کیلئے

ہمراہ لے جاؤں گا۔ لڑکے کی عمر دس بارہ برس کی ہے کیا اسی کو حج کے لئے ہمراہ لے جائے۔ یا اس کے بدلے دوسرے کو بھی لے جا سکتے ہیں؟۔

جواب:۔ نذر جس طرح مانی ہے اسی طرح پوری کرنی چاہیئے، لڑکے کو ساتھ لے جائے۔ اگر وہ بالغ ہوتا تو اس کا فرض ادا ہو جاتا۔ اب اس کا نفل حج ہو گا۔ (عبد اللہ امرتسری روپڑی) (فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد ۲ ص ۵۸۵)

حج سے پہلے مرنے والے کے حج کا حکم

سوال:۔ ایک شخص پیشتر ادائے فریضہ حج مکہ معظمہ میں وفات پا گئے۔ اب اس کے حج کا کیا حکم ہے؟۔

جواب:۔ حاجی حج کرنے سے پہلے مر گیا ہے، اس لئے دریافت کرنا چاہیئے کہ حج کی طاقت اس کو اسی سال ہوئی تھی یا پہلے ہی سے تھی، اگر اسی سال ہوئی ہے، تو خواہ وہ حج سے پہلے ہی مر گیا۔ اس کی طرف سے حج ادا ہو گیا۔ کیونکہ اس نے اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کی، اور اگر پہلے سے اس کو طاقت تھی، مگر سستی کی وجہ سے حج کو نہیں گیا تو فریضہ حج اس کے ذمہ باقی رہ گیا، اس کی جائیداد کی تہائی سے اور حج ہونا چاہیئے یہ سب بوجھ حاجی کے لڑکے کے ذمہ ہے، اگر لڑکا بے پرواہی کرے، تو اس کی مرضی۔

(عبد اللہ امرتسری روپڑی ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء) (فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد ۱ ص ۵۷۶)

سوال:۔ خاوند نے حج نہیں کیا اس کی بیوی حج کر سکتی ہے؟۔

جواب:۔ بیوی کا اگر مال اپنا ہے، تو وہ حج کر سکتی ہے۔ مثلاً مہر اس کا ذاتی مال ہے۔ اور ماں باپ نے جو کچھ جہیز میں دیا ہے۔ وہ بھی اس کا ذاتی مال ہے، خاوند نے اگر زیور بنا کر بیوی کی ملک کر دیا ہے۔ وہ بھی اس کا ذاتی مال ہے۔ ایسے ہی اپنے والدین اور اپنی اولاد سے جو کچھ اس کو وراثت میں ملے گا، وہ بھی اس کا ذاتی مال ہے، اسی طرح سینے پرونے وغیرہ کے ذریعہ اگر وہ الگ کمائی ہو تو وہ بھی اس کا ذاتی مال ہے، اس قسم کے مال سے حج فرض ہے بشرطیکہ سفر کے لئے خاوند یا کوئی محرم ساتھ ہو، امام شافعیؒ کے مذہب پر عورتوں کے قافلہ میں یا نیک لوگوں کی جماعت میں سفر کر سکتی ہے۔ لیکن حدیث کے بظاہر الفاظ پہلی صورت کے مؤید ہیں، یعنی خاوند یا کوئی محرم ساتھ ہو اور احتیاط بھی اسی میں ہے، ہم نے اپنے رسالہ۔ حج مسنون میں اس کو تفصیلاً بیان کیا ہے، اگر کمائی خاوند کی ہے، اور مالک خاوند ہے۔ بیوی ماتحتی میں کام کرتی ہے۔ ایسی صورت میں خاوند بیوی کو حج کرائے، اور اس نے اپنا حج نہ کیا ہو تو بیوی کا حج ہو جائے گا۔ لیکن خاوند کے ذمہ فرض رہے گا۔ اگر زندگی میں حج کر لیا تو حج کا فرض اس کے ذمہ اتر گیا، ورنہ جو وعید تارک حج کے لئے ہے، وہی اس کے لئے ہے، اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ خاوند پہلے اپنا حج کرے، پھر کسی دوسرے کو کرائے، یہ مسئلہ خاوند بیوی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ کوئی شخص

جب حج کے لائق ہو جائے تو پہلے اپنا حج کرے، پھر کسی دوسرے کو کرائے، ہو سکتا ہے کہ موت آجائے یا بعد میں غریب ہو جائے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی جامعہ قدس لاہور۔ ۱۴/شوال ۱۳۸۳ھ ۲۸ فروری ۱۹۶۴ء) (فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲ صفحہ ۵۶۸)

باپ نے حج نہیں کیا بیٹا اس کی زندگی میں حج کر سکتا ہے

سوال:۔ باپ زندہ ہو اور اس نے حج نہ کیا ہو تو کیا ایسی صورت میں بیٹا حج کر سکتا ہے؟

جواب:۔ اگر بیٹا باپ سے علیحدہ ہو تو اس کی کمائی الگ ہو تو وہ اپنے روپیہ سے حج کر سکتا ہے۔ اس کا حج صحیح ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (پ ۴) (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں پر حج (فرض) ہے، جو بیت اللہ شریف کی طرف پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں) بیٹا اپنے مال سے بیت اللہ شریف کی طرف پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے، لہٰذا اس آیت کی رو سے اس کے ذمہ حج ضروری ہے، رہا یہ سوال کہ بیٹے کی کمائی باپ کی ہے، سو وہ اس صورت میں ہے کہ باپ محتاج ہو جائے، اور اپنا خرچ نہ اٹھا سکے تو بیٹے کے مال سے بقدر ضرورت لینے کا حقدار ہے، نہ یہ کہ بیٹے کے مال کا باپ حقیقتاً مالک ہے، اور حدیث میں جو الفاظ انت ومالك لابيك آئے ہیں، ان کا یہی معنی ہے کہ باپ بیٹے کے مال سے اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے، اگر مالک ہوتا تو وراثت میں چھٹا حصہ کیوں لیتا۔ اگر سائل کا یہ مطلب ہے کہ کمائی باپ کی ہے اور مالک باپ ہے، اور بیٹا ویسے ہی بطور اولاد ہونے کے باپ کے تحت کام کرتا ہے، ایسی صورت میں باپ بیٹے کو حج کرائے اس نے اپنا حج نہ کیا ہو تو بیٹے کا حج ہو جائے گا، لیکن باپ کے ذمہ رہے گا، اگر زندگی میں حج کر لیا تو اس کے ذمہ سے اتر گیا ورنہ جو وعید تارک حج کیلئے ہے یعنی یہودی ہو کر مرا یا نصرانی ہو کر اس کا مستحق ہو گا۔

حج میں تاخیر:۔ اس میں اختلاف ہے کہ استطاعت کے بعد حج میں تاخیر جائز ہے یا نہیں۔ بعض ائمہ کا مذہب ہے کہ تاخیر میں مجرم ہو گا، اگر زندگی میں حج کر لیا تو جرم معاف ہو جائے گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تاخیر جائز ہے، مجرم نہیں ہوتا۔ صرف زندگی میں کسی وقت میں حج ادا کرنا ضروری ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب حج کرے گا، وہ ادا ہی ہو گا خواہ تاخیر کرے یا نہ اس بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ باپ پہلے اپنا حج کرے پھر کسی دوسرے کو کرائے، اور یہ مسئلہ باپ بیٹے کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا، بلکہ کوئی شخص جب حج کے لائق ہو جائے تو پہلے اپنا حج کرے، پھر کسی دوسرے کو کرائے، کیونکہ خطرہ ہے کہ کہیں اپنا حج نہ رہ جائے، ہو سکتا ہے کہ موت آجائے یا بعد میں حج کرنے کی استطاعت نہ رہے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی جامع اہلحدیث لاہور)

(فتاویٰ اہل حدیث روپڑی جلد ۲ صفحہ ۵۰۰)

حج سے حقوق العباد کی معافی

سوال :۔ آپ نے حرم میں وعظ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں باری تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ جو اشخاص حج کے لئے آتے ہیں، یا اللہ ان سب کو بخش دے۔ مولا کریم نے فرمایا کہ اے حبیب میں نے سب کو بخش دیا، ماسوائے ناحق قاتل۔ خائن اور کسی کا ناحق مال کھانے والا۔ ان تینوں کے لئے مزدلفہ میں دعا کی ہے کہ مولا کریم تیرے دربار میں کس چیز کی کمی ہے۔ تو ایسے گنہگاروں کو بھی بخش دے تو حضور ﷺ کو یہ جواب ملا کہ اے حبیب میں نے ان کو بخش دیا۔ مزید آپ نے یہ فرمایا تھا کہ یہ پورے طور پر کہنا واضح کرنا باقی ہے، کہ یہ بخشش صرف ان حاجیوں کے لئے ہی تھی یا تا قیامت حج پر جانے والوں کے لئے بھی ہے، پھر آپ نے فرمایا تھا کہ یہ امر فیصلہ شدہ ہے، کہ قیامت تک کے حاجیوں کے لئے بھی یہی بخشش آپ کا یہ وعظ واپس آکر ایک دو جگہ کیا۔ مگر ایک مولوی صاحب نے اس کا انکار کر دیا ہے، کیا ان کا انکار صحیح ہے، یا نہیں۔

(فتح علی خاں فیروزپوری)

جواب :۔ عرفات کے میدان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا حقوق العباد میں قبول نہ ہونا، اور مزدلفہ میں قبول ہونا یہ مفصل حدیث مشکوٰۃ باب الوقوف بعرفہ۔ اور ترغیب و ترہیب باب الوقوف بعرفہ والمزدلفہ وفضل یوم عرفہ میں موجود ہے۔ حقوق العباد عام ہیں۔ خواہ ناحق خون کی قسم سے ہوں یا خیانت کی قسم سے ہوں، یا ناحق مال کھانے کی قسم سے ہوں۔ ترغیب ترہیب کے اسی صفحہ میں ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ امام ابوحنیفہؒ صاحب کے شاگرد سفیان ثوریؒ سے وہ زبیر بن عدی سے وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ صرف ہمارے لئے ہے۔ فرمایا تمہارے لئے بھی ہے، اور تمہارے بعد جو قیامت تک آئے اس کے لئے بھی ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان حقوق العباد سے وہ مراد ہیں جن کی ادائیگی وسعت انسانی سے باہر ہوگی۔ اگر ادا کرنے کی جلدی یا دیر سے تا عمر طاقت رکھتا ہو۔ تو اس صورت میں معافی نہیں ہوگی۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء) (فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد ۲ ص ۵۷۵)

قرض حسنہ سے حج ادا کرنے کا مسئلہ

سوال :۔ میں ایک پرائیویٹ ادارے میں ملازم ہوں جہاں ملازمت کی تمام سہولتیں میسر ہیں۔ پراویڈنٹ فنڈ، اور ویلفیئر فنڈ کا اہتمام ہے۔ میں حج پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ دفتر پراویڈنٹ یا ویلفیئر فنڈ سے قرض

حسنہ کے طور پر بھی رقم مل سکتی ہے، کیا میں اس سفر سعید کے لئے دفتر کے کسی فنڈ سے ادھار رقم لے سکتا ہوں، جو بالاقساط میری تنخواہ سے وضع ہوتی رہے گی۔ (سائل صوفی نور الحسن لائلپوری ملازم دفتر امروز لاہور ۱۸ ۲/۴)

جواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اقول وباللہ التوفیق۔ آپ اگر اس پوزیشن میں ہیں کہ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد بافراغت اور آسانی سے قرضہ ادا کر سکیں گے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور آپ کا فریضہ حج بھی انشاء اللہ ادا ہو جائے گا، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (پ ۴ رکوع ۱۶) اور لوگوں پر اللہ کا حق، یعنی فرض ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے، وہ اس کا حج کرے۔ اس آیۃ کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا استطاعت کے لئے ذاتی نقد رقم موجود ہونا کوئی ضروری نہیں چنانچہ اس مفہوم کی تائید ان احادیث شریفہ سے بھی ہوتی ہے۔

۱:۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سئل عن قول اللہ عزوجل من استطاع الیہ سبیلا۔ قال الزاد والراحلۃ رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری و مسلم۔ ولم یخرجاہ ـــــ نیل الاوطار ص ۱۲ ج ۵ وفتاویٰ نذیریہ ص ۱۹ ج ۲۔ یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا کے متعلق سوال کیا گیا تو جواب میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استطاعت سے سفر خرچ اور سواری مراد ہے۔

۲:۔ عن یونس عن الحسن قال قرء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ فقالوا یا رسول اللہ ما السبیل قال الزاد والراحلۃ رواہ ابن جریر ورواہ وکیعؒ فی تفسیرہ عن یونس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تفسیر ابن کثیر ص ۳۸۲ ج ۱۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ تلاوت فرمائی تو صحابہ کرام نے عرض کیا حضرت سبیل سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد سفر خرچ اور سواری ہے۔

۳:۔ ان عمر بن الخطابؓ قال اِنَّ السَّبِيلَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۹ ج ۱۷۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد سفر خرچ اور سواری ہے۔

۴:۔ عن بن لاس الخزاعی قال حملنا النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی ابل الصدقۃ الی الحج والعمرۃ رواہ احمد وذکرہ البخاری تعلیقا کذا فی المنتقی لابن تیمیہؒ ص ۱۳۳ طبع دہلی۔ یعنی حضرت ابن لاس خزاعی کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سفر حج وغیرہ میں سواری کے لئے زکوٰۃ کے اونٹ دیئے۔ قرآن مجید کی آیت کریمہ اور پہلی تین حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ فریضہ حج سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ذاتی نقد رقم کا ہونا ضروری نہیں ہے، اور مسند احمد والی، یعنی چوتھی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

فریضہ حج کے سفر کے لئے تعاون حاصل کرنا بھی جائز ہے۔ اور تعاون کی ایک قسم قرض حسنہ بھی ہے، لہٰذا اس قرضہ حسنہ سے حج کرنے میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی، مگر تعاون اور قرض حسنہ پاکیزہ اور طیب مال سے ہونا چاہیئے۔ ورنہ فریضہ ادا نہ ہوگا کیونکہ حرام مال کے ذریعہ ادا کی ہوئی عبادت مقبول نہیں ہوتی، چنانچہ حدیث شریف میں ہے عن ابی هريرة رض قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا۔ (رواه مسلم، مشکوٰۃ ص ۲۴۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور پاک مال کو ہی قبول کرتا ہے، حضرت شیخ الکل استاذ العرب والعجم مولانا السید محمد نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی استطاعت کے متعلق ہونے کی تصدیق فرمائی ہے، فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۵۱۹ دہلی اور حنفیہ سے مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے فتاویٰ امدادیہ میں لکھا ہے کہ اگر امید ادا کی ہو تو قرض لینا جائز ہے، کذا فی رد المختار فی اول کتاب الحج۔ فتاویٰ امدادیہ ص ۱۶۱ ج ۲۔

فیصلہ:۔ ان تصریحات کی روشنی میں آپ اگر قرض لیکر حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں، تو آپ کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بشرطیکہ اس قرض کی رقم سود پر مشتمل نہ اور نہ ہی آپ کو اس رقم کے ساتھ مزید رقم بطور سود کے دینی پڑے۔ علاوہ ازیں اہل وعیال کے لئے آپ کی واپسی تک نان ونفقہ بھی موجود ہو۔

(ہذا ما عندی واللہ اعلم الراقم الاثم محمد عبید اللہ خان جتوئی فیروز فوری خطیب شہر جھنگ)

مدیر الاعتصام:۔ سنن بیہقی میں باب الاستطاعت للحج کے تحت طارق بن عبدالرحمن سے ایک اثر منقول ہے کہ ابن ابی اوفی سے سوال ہوا کہ قرض لے کر حج کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ سے رزق طلب کیا جائے اور قرض نہ لیا جائے یہ فتوی ذکر کر کے طارق کہتے ہیں ہم کہا کرتے تھے کہ عام حالات کے مطابق اگر قرض کی ادائیگی میں بظاہر کوئی دقت نہ ہو تو اس طریقے سے حج کرنے میں کوئی حرج نہیں عن طارق قال سمعت ابن ابی اوفی یسئال عن الرجل یستقرض ویحج قال یسترزق اللہ ولا یستقرض قال وکنا نقول لا یستقرض الا ان یکون لہ وفا۔ (سنن ص ۳۳۳ ج ۴) بعض سلف سے قرض لے کر حج کرنا روایتوں میں ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱۹ ج ۴ طبع حیدر آباد دکن میں حضرت محمد بن المنکدر سے مروی ہے، انہ یستقرض ویحج فقیل لہ تستقرض وتحج فقال ان الحج اقضی للدین۔

کہ وہ حج کے لئے قرض اٹھا لیتے تھے، اس پر ان سے پوچھا گیا۔ حضرت قرض اٹھا کر حج۔ انہوں نے جواب دیا حج کی برکت سے ادائیگی قرض کی زیادہ امید ہے، اس اثر امام ابن ابی شیبہ کی تبویب بھی امام بیہقی کی تبویب کے ہم معنی ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم

(اخبار الاعتصام جلد نمبر ۲۴ شمارہ ۱)

مولانا عبید اللہ رحمانی

حرام کمائی سے حج کا حکم

سوال :۔ ایسے شخص کے حج کا کیا حکم ہے جس کی کمائی صریحًا حرام کی ہو، کیا اس کا حج قبول ہوجائیگا؟

جواب :۔ حرام ذرائع سے مال ودولت کے حصول کو شریعت مطہرہ نے سختی سے روک دیا ہے، اس لئے ایسی کمائی سے اُمور خیر کا انجام دینا موجب اجر وثواب نہیں۔ قرآن مجید میں کہا گیا ہے :۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ (البقرۃ) اے اہل ایمان اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا الطَّیِّبَ ۔ اللہ تعالیٰ خود پاک ہے اور پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔

حرام کمائی شریعت کی نظر میں پاک وطیب نہیں۔ بلکہ ناپاک۔ خبیث ہے، ایسی کمائی سے حج وغیرہ کی قبولیت کی امید رکھنا ایک مسلمان کے شایان شان نہیں۔ (اخبار الاعتصام جلد ۲۴ شمارہ ۳)

حج تمتع

حج تمتع کرنے پر نحر کے روز طواف کے بعد سعی ضروری ہے یا نہیں؟

سوال :۔ حج تمتع کرنے والے پر نحر کے روز یعنی دسویں ذی الحجہ کو بعد طواف بیت اللہ صفا مروہ کی سعی ضروری ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حج تمتع کرنے والے پر نحر کے روز صرف طواف ہے سعی نہیں ہے دلیل یہ پیش کرتے ہیں جو دارقطنی ص ۲۸۳ مطبع فاروقی دہلی میں ہے :۔ عن ابن عباسؓ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فیمن تمتع بالعمرۃ الی الحج قال یطوف بالبیت سبعا و یسعی بین الصفا والمروۃ فاذا کان یوم النحر طاف بالبیت وحدہ ولا یسعی بین الصفا والمروۃ۔

یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں اور متمتع کو یوم النحر میں سعی بین الصفا والمروہ معاف ہے یا نہیں؟

جواب :۔ اس حدیث میں تمتع سے قران مراد ہے، قران پر بھی کبھی تمتع کا لفظ بولا جاتا ہے، مشکوٰۃ باب ۲ الاحرام والتلبیۃ۔ اس حدیث میں عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کو تمتع کہا ہے، حالانکہ آپ قارن تھے، اور قارن کے لئے ایک ہی سعی کافی ہے۔ (عبداللہ امرتسری مدرس جامعہ قدس لاہور ۲۳ شوال ۱۳۸۱ھ ۲۰ مارچ ۱۹۶۲ء)

(فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد ۲ ص ۵۸۶)

توضیح :۔ حدیث عبداللہ بن عمرؓ کے الفاظ یہ ہیں :۔ عن ابن عمرؓ قال تمتع رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع بالعمرۃ الی الحج بدأ فاھل بالعمرۃ ثم اھل بالحج متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۲۲۳۔ (سعیدی)

متعہ بالحج کی تعریف

سوال:۔ متعہ بالحج کیا ہے!

جواب:۔ متعہ بالحج اس کو کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر عمرہ کر کے احرام ختم کر دے۔ پھر آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کو حج کے لئے احرام باندھے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۵۰۱ طبع دہلی ۱۳۰۲ھ)

عمرہ کے اوقات

سوال:۔ عمرہ کے اوقات کیا ہیں۔ اور دو عمروں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے۔ تعامل صحابہ رض اس مسئلہ میں کیا ہے؛

کیا دو عمروں کے درمیان اتنا فاصلہ ضروری ہے کہ سر کے بال اُگ آئیں؟

کیا دو عمروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہیئے کہ وطن واپس آ کر دوبارہ مثل حج سفر کر کے جائے۔ یا قیام مکہ میں بھی متعدد عمرے کئے جا سکتے ہیں؛

عمرہ کے کیا کیا شرائط ہیں جن کے فقدان سے عمرہ نہیں ہوتا۔ اور ان کی موجودگی ضروری ہے؛

جواب:۔ عمرہ کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ بارہ ماہ درست ہے۔ دو عمروں کے درمیان کے فاصلہ کا کسی روایت میں ذکر نہیں۔ سر کے بال اُگنے کی بھی کوئی شرط نہیں۔ یہ صرف اس غرض سے ہے کہ عمرہ کے بعد حجامت کے ساتھ احرام سے نکلے مگر احرام سے نکلنے کے لئے اور بہت سی باتیں ہیں، خوشبو کا استعمال، بیوی کے پاس جانا احرام کے کپڑے اُتار کر دوسرے کپڑے پہن لینا وغیرہ وغیرہ۔ پس احرام سے نکلنے کی خاطر دوسرا عمرہ اتنی دیر سے کرنا کہ بال اُگ آئیں، اس کی کوئی وجہ نہیں۔ باقی شرائط میں حج عمرہ قریب قریب ہیں۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی جامعہ قدس لاہور ۲۲ شعبان ۱۳۸۰ھ ۱۰ فروری ۱۹۶۱ء) (فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲ ص ۵۸۷)

حجراسود کا بوسہ

سوال:۔ حجراسود کا بوسہ بعض حنفی شرک و ناجائز کہتے ہیں۔ جبکہ ان لوگوں کو پیر کے مزار پر جانے کیلئے منع کیا جاتا ہے۔

حضور نے کس خیال سے بوسہ دیا تھا۔ اور امت کس خیال سے دیتی ہے؟

جواب:۔ حجر اسود ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بوسہ دیا، مگر نفع و نقصان کے خیال سے نہیں۔ حضرت عمرؓ نے بوسہ دیتے وقت صاف الفاظ میں کہا تھا۔ إِنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنفَعُ وَلَا تَضُرُّ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ بزرگوں کے مزار کو بوسہ دینا شریعت میں ثابت نہیں۔ علاوہ اس کے بوسہ دینے والے نفع و نقصان کا خیال بھی رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ شرک ہے۔
(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صہ ۵۱۲)

توضیح:۔ حجر اسود ایک تاریخی پتھر ہے، جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے مبارک اجسام سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ پتھر کعبہ مقدس کے ایک کونہ میں نصب ہے، اسی جگہ سے طواف شروع کیا جاتا ہے اور یہاں پر ہی آ کر ایک چکر پورا ہوتا ہے، اس موقع پر اس کو چوما یا ہاتھ لگایا جاتا ہے، تاکہ طوافوں کے گننے میں آسانی ہو، اور تاریخی پتھر کی عظمت کا احترام بھی ہو سکے عہد ابراہیمی میں عہد و پیمان عام لینے کیلئے ایک پتھر رکھ دیا جاتا تھا، جس پر لوگ آ آ کر ہاتھ رکھتے۔ اس کے یہ معنے ہوئے کہ جس عہد کے لئے وہ پتھر رکھا گیا ہے، اس کو امتوں نے تسلیم کر لیا۔ اسی دستور کے مطابق حضرت خلیل نے اپنی مقتدی قوموں کے لئے یہ پتھر نصب کیا۔ جو کوئی اس گھر میں جس کی بنیاد خدائے واحد کی عبادت کے لئے رکھی گئی ہے، داخل ہو اس پتھر پر ہاتھ رکھے جس کا مطلب یہ ہے، کہ اس نے توحید کا عہد مضبوط کر لیا، وہ موحد ہو کر رہے گا، اگر جان بھی دینی پڑے، اس سے منحرف نہ ہوگا۔ الی آخرہ از حضرت مولانا عبدالسلام محدث بستوی صدر مدرس ریاض العلوم دہلی

یہ ایک پتھر ہے۔ اور یادگاری پتھر خود اس میں نہ طاقت ہے، اور نہ معجزہ مگر ایک مشتاق زیارت اس تخیل کے ساتھ کہ مکہ کا ہر ذرہ بدل گیا کعبہ کی ایک ایک اینٹ بدل گئی، مگر یہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم و اسمٰعیل سے لیکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کے مقدس لب یا مبارک ہاتھ یقیناً لگ چکے ہیں اور آج ہمارے ناپاک لب اور ہاتھ بھی اس کو مس کر رہے ہیں، یہ وہ تخیل ہے، جس سے ہر طواف کرنے والے کی روح مضطرب ہو جاتی ہے، سینہ جذبات سے سرشار ہو جاتا ہے، یہ بوسہ تعظیم کا بوسہ نہیں ہے، بلکہ اس محبت کا نتیجہ ہے، جو اس یادگار کے ساتھ ابراہیم و اسمٰعیل کی روحانی اولاد کو ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بوسہ نہ دے یا اشارہ نہ کرے، تو حج میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ (از حضرت مولانا نور الدین بہاری۔ اہلحدیث سوہدرہ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۰ء)

حجر اسود کو بوسہ

سوال:۔ غیر مسلم کہتے ہیں کہ مسلمان بھی غیر مسلموں کی طرح بت پرستی کر رہے ہیں۔ مثلاً بیت اللہ شریف کیطرف

منہ کرکے عبادت کرنی۔ یا حجر اسود کو بوسہ دینا۔ ہم لوگوں نے ان کو جواب دیا لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ ۔ یا وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۔ یا حجر اسود کو ہم نفع اور نقصان کا مالک نہیں سمجھتے صرف اپنے نبی کی پیروی کرتے ہیں۔ اس پر وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم بھی بندرگوں کی پیروی کرتے ہیں، گویا ہم بھی ان کو نفع و نقصان کا مالک نہیں سمجھتے۔ (اللہ دتہ خریدار ۱۹۸۱)

جواب:۔ مسئلے کی تحقیق کے لئے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ مسلمان کعبہ اور حجر اسود کی طرف منہ کرکے کیا کہتے اور پڑھتے ہیں، بت پرست اپنی حاجات اور پرارتھنا اُن بتوں سے کرتے ہیں، اور مسلمان کہتے سبحان اللہ والحمد للہ خدا کے نام کی پاکی بیان کرتے ہیں، پس ان دونوں میں فرق نمایاں ہے، اگر مسلمان بھی کعبہ اور حجر اسود کی عبادت کرتے تو ساری نماز میں کوئی لفظ تو کعبہ کو مخاطب کرکے کہتے، کعبے تو ہماری مدد کر۔ حالانکہ بت پرست بتوں سے پرارتھنا اور عجز و نیاز کرتے ہیں۔ یکم شعبان ۱۳۴۵ھ۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۱۳)

باب الاحرام

سوال:۔ جو لوگ ہندوستان سے حج کے ارادہ سے جاتے ہیں۔ وہ لوگ احرام یلملم سے باندھیں یا جدہ سے اور ان لوگوں کا جدہ سے احرام باندھنا حدیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟

جواب:۔ ان لوگوں کو یلملم سے احرام باندھنا چاہیئے جدہ سے باندھنا حدیث سے ثابت نہیں ہے لحدیث ابن عباس قال وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاہل المدینۃ ذا الحلیفۃ ولاہل الشام الجحفۃ ولاہل نجد قرن المنازل ولاہل الیمن یلملم فہن لہن ولمن اتی علیہن من غیر اہلہن لمن کان یرید الحج والعمرۃ (متفق علیہ) کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح خلافہ قبیح	وماذا بعد الحق الا الضلال
احمد عفی عنہ	عبدالرحمٰن عفی عنہ	خلیل الرحمٰن عفی عنہ	حررہ السید محمد عبدالحفیظ

ہذا الجواب صحیح		الجواب صحیح
سید محمد عبدالحفیظ	سید محمد ابوالحسن	سید محمد عبدالسلام

(تحریر مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری)

یہ احرام سنت نبویہ (علی صاحبہا وآلہ الصلوٰت والتسلیمات) میں درست نہیں ہوسکتا

اگر زید اور دیگر حجاج یمن کے راستے سے گزرے ہوں۔ فقد روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن ابن عباس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تجاوزوا الوقت الا باحرام اھ (نصب الرایہ ص ۲۷۴ فی تخریج احادیث الھدایہ) (واللہ اعلم کتبہ محمد عبد اللہ غازی پوری)

جواب بہت صریح و درست ہے، پیغمبر صلعم نے مواقیت احرام کے لئے تصریح کے ساتھ مقرر فرمائے، پس جو شخص عمرہ و حج کی نیت سے سفر کرے اس کے لئے ضروری ہے، کہ مواقیت مذکورہ پر احرام باندھے، ورنہ احرام صحیح و درست نہ ہوگا۔ جو چاہے فتح الباری وغیرہ میں دیکھ لے۔

(الراقم محمد عبد الجبار عمر پوری کان اللہ لہ واصلح عملہ مقیم شہر دہلی)

الجواب صحیح۔ ولا ینبغی للمؤمن ان یخالفہ وقد قال اللہ تعالے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ الآیۃ۔

حررہ الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو محمد عبد الستار حسن العمر فوری صانہ اللہ عن شر کل ماحک مفتری۔ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ ابو البشار امیر احمد سہسوانی عفا اللہ عنہ المجیب محق و مصیب لا یعتریہ الباطل ولا التکذیب مشحون بالحجج الکتابیۃ والادلۃ الحدیثیۃ ولاتفقرن (الراقم ابو عبد اللہ عبد الرحمن ولائتی متعدد سوالات کے جوابات جنکو شیخ محمد عمر بچا مکہ حیدر خاں نے (افضل المطابع دہلی میں شائع کیا)

رمل اور اضطباع

سوال:۔ رمل اور اضطباع کسے کہتے ہیں، اور یہ کب اور کس طرح کیا جاتا ہے؟

جواب:۔ رمل کندھے ہلا کر پہلوان کی طرح تیز چلنے کا نام ہے، یہ طواف کرتے وقت پہلے تین چکروں میں کیا جاتا ہے، اور باقی چار چکر میں رمل نہیں ہے، بدستور اپنی آہستہ رفتار سے چلیں۔ حدیث میں ایسا ہی آیا ہے، احرام کی اوپر کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے کر کے اس کی دونوں کی طرف بائیں کندھے پر ڈال لیں۔ یہ طواف کے وقت ایسا کرنا مسنون ہے۔ اس کو اضطباع کہتے ہیں، لیکن عورت کے لئے نہ رمل ہے، اور نہ اضطباع۔

(عبد اللہ امرتسری روپڑی ۶ ذی قعدہ ۱۳۸۰ھ)　　(فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲ صفحہ ۵۹۲)

عید کے دن صفا مروہ کی سعی

سوال:۔ عید کے دن منیٰ سے آکر حاجی لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، یہ طواف بے شک ضروری ہے، لیکن کیا عید کے دن صفا مروہ کی سعی بھی ضروری ہے؟

جواب:۔ عید کے دن طواف بیت اللہ کرنا ضروری ہے، اگر صفا مروہ کے درمیان سعی طواف قدوم

کے ساتھ کر چکا ہے، تو عید کے دن طواف کے ساتھ ضروری نہیں، اور اگر پہلے سعی نہیں کی تو پھر عید کے دن سعی ضروری ہے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۴ / ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ ۷ / اپریل ۱۹۶۴ء)

(فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲ ص ۵۷۹)

آب زمزم

سوال:۔ کیا آب زمزم کو کھڑے ہو کر پینا ثواب ہے، اگر ثواب ہے تو کس وجہ سے؟

جواب:۔ آب زمزم کھڑے ہو کر پینا بلا کراہت جائز ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت قیام نوشش فرمایا تھا۔ (بخاری مسلم۔ ترمذی عن ابن عباسؓ قال السیوطی ھذا لبیان الجواز تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۱۱۱ وھذ الان ماء زمزم نفع خالص وبرکۃ محضۃ والمقصود منہ الاکثار ووصول البرکۃ الی الاجزاء البدنیۃ بسرعۃ فلا یکون منھیا عنہ ولا مکروھا بخلاف غیرہ۔

یہ چیز کہ اس کا کھڑا ہو کر پینا باعث ثواب ہے، اس کی دلیل میری نظر سے نہیں گزری

(محدث دہلی جلد ۸ شمارہ ۱۰)

توضیح:۔ اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو گی، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا ہے، اور سنت پر عمل کرنے سے سو شہید کا ثواب ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب الراقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال ۱۳۹۶ھ

حج بدل

سوال:۔ زید اپنا حج ادا کرنے کے لئے بیت اللہ گیا، اور وہیں چند روپیہ دے کر کسی عرب سے اپنے بوڑھے باپ کا حج بدل کرا لیا۔ کیا اس طرح حج بدل ہو جاتا ہے؟

جواب:۔ حج بدل کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے پاس اتنی رقم ہو کہ اس پر حج فرض ہو، مگر وہ بوجہ عذر معقول خود سفر کے قابل نہ ہو۔ تو اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیجکر وہ روپیہ خرچ کرے اگر روپیہ اس نے بچا لیا، تو حج کیسے ہو گا۔ یہ ایک دھوکہ ہے، جو اپنے نفس کو دیا گیا ہے، قرآن مجید میں ہے:۔ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ۔

(اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد ۱۶ شمارہ ۲۸ ص ۷)

سوال:۔ بعض لوگ حج کے لئے جاتے ہیں، تو وہاں پہنچ کر کسی شخص کو کچھ پیسے دیتے ہیں، اور ماں باپ دادا یا کسی عزیز کا حج بدل کرا لیتے ہیں کیا اس طرح ان کا حج ہو جاتا ہے۔

جواب:۔ اس طرح حج بدل نہیں ہوتا۔ حج بدل کے لئے ضروری ہے، کہ پوری رقم خرچ کر کے اپنے مقام ہی سے کسی شخص کو بھیجے اگر اس طرح چند روپیہ دے کر مکی لوگوں سے حج کرانا روا ہوتا تو ساری دنیا حاجی بن جاتی۔

(اہلحدیث سوہدرہ جلد ۹ ش ۳۶ ص ۷)

سوال:۔ حج بدل کے واسطے ہمراہ لیجائے یا جاوے، یا وہیں سے مقرر کیا جا سکتا ہے؟

جواب:۔ حج بدل کے واسطے لے جانا چاہیئے، وہیں سے مقرر کرنا خرچ بچانے کا ایک بہانہ ہے۔

(فتاویٰ ستاریہ جلد ۳ صفحہ ۲۵-۲۶)

سوال:۔ ایک مالدار مسلمان فوت ہو گیا۔ اپنی زندگی میں حج نہ کر سکا۔ اب اس کے وارث اس کی طرف سے حج بدل کرانا چاہتے ہیں۔ ایک غریب مسلمان حج بدل کرنے کے لئے تیار ہے، مگر اپنا حج اب تک نہیں کیا، اس صورت میں کیا حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟۔

جواب:۔ جب تک کوئی شخص اپنا حج نہ کئے ہو، دوسرے کی طرف سے حج بدل نہیں کر سکتا۔ حدیث میں ہے، کہ ایک شخص لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ کہتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ آپ نے فرمایا شُبْرُمَةَ کون ہے کہنے لگا، میرا رشتہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے اپنا حج کر لیا ہے، کہنے لگا نہیں۔ آپ نے فرمایا پہلے اپنا حج کر، پھر شبرمہ کا حج کرنا۔ ابوداؤد۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ غریب آدمی کے لئے ضروری نہیں ہے کہ حج بدل کرنے سے پہلے اپنا حج کیا ہو، ان کا قول بے دلیل ہے، صرف قیاس پر مبنی ہے، واللہ اعلم۔

(المجیب محمد یونس عفی عنہ، مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب دہلی اہلحدیث گزٹ جلد ۸ ش ۱۳ دہلی)

حج بدل کرنے والے کو حج کا ثواب

سوال:۔ حج بدل کرنے والے کو حج کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟۔

جواب:۔ حج کے متعلق الگ تو تصریح نہیں آئی۔ مگر دوسرے اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کسی کی طرف سے کوئی نیک کام کرے۔ اس کو اللہ تعالیٰ پورا اجر دیتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، کوئی روزہ افطار کرائے تو افطار کرانے والے کو بھی پورا اجر ملتا ہے، اور روزے دار کے ثواب میں سے بھی کچھ کم نہیں ہوتا، چنانچہ مشکوٰۃ شریف کتاب الصیام میں یہ حدیث موجود۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی طرف سے حج بدل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دونوں کو پورا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی ۳۰ رجب ۱۳۸۲ھ) (فتاویٰ اہلحدیث روپڑی)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عارضہ دوران سر میں مبتلا ہے، جس کی وجہ سے طاقت سفر کی نہیں رکھتی، اور اس کو مقدور حج کرنے کا ہے، اور محرم بھی اپنے ہمراہ لے جا سکتی ہے، مگر اپنے عارضہ

سے مجبور ہے، پس اس پہ بالفعل حج فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ درصورت مرقومہ ہرگاہ وہ عورت بعارضہ دوران سر مبتلا ہے، اور طاقت سفر کی نہیں رکھتی، بالفعل حج اس پر فرض نہیں، اور جو ابتداء بلوغ سے مقدور زاد و راحلہ وصحت بدن اور محرم ساتھ لے جانے کے واسطے رکھتی تھی۔ اور خرچ راہ محرم کے لئے بھی رکھتی تھی، اور پھر باوجود شرائط حج کے پہلے حج کرنے کا اس کو اتفاق نہ ہوا، اور اب وہ مرض میں گرفتار ہو گئی تو اس پر واجب ہے، کہ اپنی طرف سے حج کرا دے یا وصیت کرے، کہ بعد میرے حج کرا دینا۔ میرا مال مملوکہ سے اور جو اپنے روبرو زندگی میں حج نہ کرایا، اور نہ وصیت کی حج کرانے کی تو گنہگار ہو گی۔

اما شرط وجوبہ فمنہا الاسلام ومنہا العقل والبلوغ والحریۃ ومنہا القدرۃ علی الزاد والراحلۃ ومنہا سلامۃ البدن ومنہا امن الطریق ومنہا المحرم للمرأۃ شابۃ کانت او عجوزۃ ووجود المحرم شرط لوجوب الحج ام لاداۂ بعضہم جعلوہ شرط للوجوب وبعضہم شرطاً للاداء وھوا لصحیح وثمرۃ الخلاف فیما اذا مات قبل الحج فعلیٰ قول الاولین لایلزمہ الوصیۃ وعلی قول الاخرین تلزمہ کذا فی النہایہ بکذا فی العالمگیریہ واللہ اعلم (حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ، فتاویٰ نذیریہ جر۲ ص۱۲۲ طبع لاہور)

ترجمہ:۔ حج کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں، مسلمان ہو، عاقل ہو۔ بالغ ہو، آزاد ہو، سواری اور خرچ ہو، تندرستی ہو، راستہ پر امن ہو۔ اگر عورت ہو تو ساتھ محرم ہو، خواہ عورت جوان ہو، یا بوڑھی، اور عورت کے لئے محرم کا وجود واجب ہونے کے لئے شرط ہے، یا حج کے ادا کرنے کے لئے؟ بعض نے وجوب کے لئے شرط قرار دیا ہے، اور بعض نے ادا کے لئے اور یہی صحیح ہے، اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر حج کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کو پہلے قول کے مطابق وصیت کرنا ضروری نہ ہو گا۔ اور دوسرے قول کے مطابق اس کو وصیت لازم ہو گی۔

(نہایہ اور عالمگیری میں بھی اسی طرح ہے، واللہ اعلم)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ میت کی جانب سے کسی غیر قرابت دار کا حج کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا حکم حدیث میں نہیں آیا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ صحیح ہے، حدیث میں جس سائل کو میت کی جانب سے حج کرنے کی اجازت ملی ہے، اس کے قرابت دار ہونے کی وجہ سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرابت دار میت کا حج ادا کرے تا قرابت دار کی تخصیص ہو، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا قرض میت کی جانب سے ادا کرنا صحیح ہونے کو صحت حج کا مقیس علیہ قرار دیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی کا حج بھی صحیح ہے۔ جس طرح کوئی اجنبی آدمی میت کا قرض ادا کرے تو اس کا ادا کرنا صحیح ہے، قال ارئیت لو کان علی امك دین فقضیتہ الیس کان مقبولاً منك قالت بلی فامرھا ان تحج اور حدیث من حج عن میت فللذی حج عنہ مثل اجر۔ عام ہے، اجنبی اور قرابت دار کو شامل ہے الحاصل

عمرو کہتا ہے کہ غیر قرابت دار کا حج میت کی جانب سے بے شک صحیح ہے، پس زید کا قول حق ہے، یا عمرو کا بینوا توجروا۔

الجواب :۔ عمرو کا قول حق ہے بے شک غیر قرابت دار بھی میت کی طرف سے حج کرے تو صحیح ہوگا کیونکہ کسی حدیث سے میت کی طرف سے حج صحیح ہونے کے لئے قرابت دار کی تخصیص ثابت نہیں ہوتی ہاں اتنی بات ہے کہ میت کی طرف سے وہ شخص حج کرے۔ جو اپنی طرف سے حج کر چکا ہو۔ جیسا کہ شبرمہ کے قصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ العبد العاجز عین الدین عفی عنہ،

سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ طبع لاہور)

توضیح :۔ غیر قرابت دار میت کی طرف سے حج کر سکتا ہے، حج صحیح ہے۔ لیکن قرابت دار قرابت کی وجہ سے میت کی طرف سے حج کرنے کا زیادہ حق دار ہے، کیونکہ حدیث شبرمہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ شبرمہ کون اس نے کہا کہ میرا رشتہ دار ہے۔

(الراقم علی محمد سعیدی عفی عنہ، ۱۳۹۶ھ)

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی عمر ستر سال کی ہے، اور دائم المرض ہے، اور ہاتھ پاؤں میں ہمیشہ درد رہتا ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار ہو جاتا ہے، اور ہندہ پر حج فرض ہے، اور ہندہ بیوہ ہے، اور ہندہ کا محرم ایک بھائی اور ایک بھتیجا ہی فقط ہے، بھائی بسبب بیماری کے ناطاقت ہے، سفر کے لائق نہیں ہے، اور بھتیجا جانے سے انکار کرتا ہے، دور کے رشتہ کا ایک بھائی اور ایک بھانجہ اپنے حج کرنے کو جاتا ہے، اور اس بھانجہ کی زوجہ بھی ہمراہ جاتی ہے، اور ہندہ کے بھائی کی زوجہ بھی ہمراہ جاتی ہے، ایسی حالت میں ہندہ کو ہمراہ ان کے جانا جائز ہے، یا نہیں، اور ہندہ کی حالت اور طاقت مرض میں ہر سال بدتر ہوتی جاتی ہے، اس صورت میں اگر شرع ہندہ کا حج کو خود جانا ناجائز رکھتی ہے، تو ہندہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو حج کرا دے تو اس پر سے حج اتر جائے گا، یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ صورت مذکورہ میں چونکہ ہندہ ستر سال کی ہے، اور دائم المرض ہے، اور ہاتھ پاؤں میں ہمیشہ درد رہتا ہے، اور بعض اوقات اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار ہو جاتا ہے، اور مرض میں بھی ہر سال بدتری ہوتی جاتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتی، اور حج کے ارکان بھی پورے طور سے ادا نہیں کر سکتی، اگر اس کی ایسی ہی حالت ہے تو وہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو نائب بنا کر حج کرا سکتی ہے، اور اس پر سے حج اتر جاوے گا۔

سوال :۔ ایک شخص قرآن مجید پڑھاتا ہے، اور حج کا بڑا شوق ہے، اس لئے خدا سے دعا کرتا ہے کہ مجھ

کو حج کرا دے تو یہ کیسا ہے؟۔

جواب:۔ حج کیلئے دعا کرنا اچھا ہے، کیونکہ ہر نیک کام کے لئے دعا کرنا جائز ہے۔ تو حج کے لئے بھی دعا کرنا جائز ہے۔ (اخبار اہلحدیث دہلی جلد ۱ اش ۷ صفحہ ۱۳)

سوال:۔ ایک شخص کے پاس حج کیلئے خرچ کم ہے، یعنی پورا خرچ موجود نہیں ہے، اور اس کا خیال ہے کہ اس رقم سے کنواں کھدواؤں تاکہ سب مسلمان پانی استعمال کریں یہ کیسا ہے؟۔

جواب:۔ کنواں کھدوا دینا زیادہ افضل ہے، کیونکہ پورا زادِ راہ نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حج فرض نہیں ہے، اور سوال کے ذریعہ رقم پوری کر کے حج کرنا خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے، اس لئے کنواں کھدوا دینا زیادہ اچھا ہے، یہ صدقہ جاریہ ہے۔ (اخبار اہلحدیث دہلی جلد ۱ اش ۷ ص ۱۳)

کمزور اور بوڑھا حج بدل کرا سکتا ہے

سوال:۔ ایک شخص جس کی عمر ستر کے پیٹے میں ہے، صاحب استطاعت ہے، یعنی حج اس پر فرض ہے، لیکن اتنی قوت وطاقت اس میں نہیں کہ وہ سفر کر سکے، اور وہاں جا کر مناسکِ حج کی ادائیگی، تو اس کے لئے بہت مشکل ہے کیا ایسا مریض آدمی اگر اپنی طرف سے کسی اور شخص کو حج کے لئے بھیج دے تو کیا اس صورت میں اس کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا؟

جواب:۔ اگر فی الواقع کوئی عمر رسیدہ ضعف و بیماری کی وجہ سے اس حالت کو پہنچ گیا، ہو کہ چلنے پھرنے کی طاقت اور سفر کی صعوبت برداشت کرنے کی ہمت سے محروم ہے تو وہ اپنی جگہ کسی اور شخص کو حج کے لئے بھیج سکتا ہے، اس صورت میں وہ اپنے فریضۂ حج سے سبکدوش ہو جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی، اور اس نے کہا کہ میرے باپ پر حج فرض ہے، لیکن بڑھاپے اور نقاہت کی وجہ سے وہ سواری پر بیٹھنے کی بھی ہمت نہیں رکھتا کیا اس کی طرف سے میں حج کر دوں، آپ نے اس کو حج کرنے کی اجازت دے دی۔ عن ابن عباس ان امرأة من خثعم قالت یا رسول اللہ ان ابی ادرکتہ فریضۃ اللہ من الحج شیخا کبیرا لا یستوی علی ظہر بعیرہ قال فحجی عنہ انتہی۔

(واللہ اعلم مولنا عبید اللہ رحمانی) (اخبار الاعتصام جلد ۲۴ ش ۳)

سوال:۔ آج کل حج بیت اللہ کے لئے حکومت کی طرف سے صوبہ وار کوٹہ مقرر کر دیا گیا ہے، جس صوبہ کا کوٹہ ختم ہو گیا۔ وہاں کے لوگ مقدار مقررہ کے بعد حج کو نہیں جا سکتے لہٰذا بعض لوگ جھوٹ بول کر اپنے آپ کو دوسرے صوبہ کا بتا کر اجازت حاصل کر کے حج کو جاتے ہیں، کیا ان کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟

الجواب :- جھوٹ بولنا نہایت ہی بدترین گناہ ہے حج جیسے مقدس عبادت اور اس میں ابتدا ہی سے جھوٹ جو لوگ اس طرح جھوٹ بول کر حج کو جاتے ہیں، وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں، ان کو چاہیئے کہ اس سال صبر کریں اور دوسرے سال حج کے لئے پہلے ہی سے اجازت حاصل کریں۔

(محمد یونس مدرس مدرسہ حضرت میاں نذیر حسین) (اخبار اہلحدیث گزٹ دہلی جلد ۸ ش ۱۷)

توضیح :- ایسے شخص پر اس سال حج فرض ہی نہیں کیونکہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ (جو لوگ کعبہ تک پہنچ سکیں خدا کے حکم سے عمر بھر میں ایک دفعہ حج کرنا ان پر فرض ہے) وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (اور حج اور عمرہ کو اللہ پورا کرو، پھر اگر گھر جاؤ۔ اور کعبہ تک نہ پہنچ سکو تو۔ جو قربانی میسر ہو ذبح کرو) ان دو آیات سے ثابت ہوا کہ فرضیت حج کے لئے عدم احصار شرط ہے، اگر راستہ میں احصار ہو جائے تو مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا نہ ہوا تو جھوٹ بول کر حج کو جانے میں کیا فائدہ نہ خدا راضی اور نہ خدا کا رسول راضی اور دنیا میں متہم بالکذب ہو کر بے وقار ہوا فقط الراقم علی محمد سعیدی عفی عنہ جامعہ سعیدیہ خانیوال ۸ محرم ۱۳۹۶ھ۔

سوال :- ایک شخص حج کے لئے گیا تو اس نے اپنے فوت شدہ والد بکر اور اپنی فوت شدہ زوجہ کلثوم کی طرف سے مکہ شریف کے باشندہ معلم کو کچھ روپیہ دیا کہ ان کی طرف سے حج کرے کہ بکر اور کلثوم کی طرف سے حج ہوا ہے یا نہیں؟ (اے۔ ای۔ پٹیل ملک افریقہ)

جواب :- قرآن مجید پارہ ۴ رکوع اول میں ارشاد ہے :- وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر حج فرض ہے، جو بیت اللہ کی طرف راستہ کی طاقت رکھتے ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ غریب اور نادار شخص پر حج فرض نہیں۔ چونکہ والد بکر اور اس کی بیوی کلثوم اپنی زندگی میں غریب تھے۔ اور سفر خرچ میسر نہ ہوا تھا، اس لئے ان پر حج فرض نہیں ہوا، اور اس کے مالدار ہونے سے بھی باپ یا بیوی پر حج فرض نہیں ہوگا۔ چاہے ان کی زندگی میں ہو، چاہے بعد میں۔ کیونکہ ہر انسان اپنے نفس کا مکلف اور ذمہ دار ہے، دوسرے کا نہیں۔ ہاں اگر اپنی خوشی سے کرنا یا کرانا چاہے تو جائز ہے، ان کو ثواب مل جائے گا، ورنہ جب ان پر فرض نہیں ہوا۔ تو اس کو ان کی طرف حج کرنا یا کرانا کیسے ضروری ہوگا، دوسرے کی طرف سے حج وہ کر سکتا ہے، جس نے پہلے اپنی طرف سے فریضہ حج ادا کر لیا ہو چنانچہ مشکوٰۃ شریف کتاب المناسک ص۲۲۱ میں حدیث ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ایک آدمی کہتا ہے میں شبرمہ کی طرف سے تیرے دربار میں حاضر ہوا ہوں، فرمایا شبرمہ کون ہے، کہا میرا بھائی ہے، یا میرا قریبی۔ فرمایا کیا تو نے اپنی طرف سے حج کر لیا۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پہلے اپنی طرف سے حج کر لیا۔ اس نے کہا نہیں۔

فرمایا پہلے اپنی طرف سے حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے کر۔

نیز جس شخص سے حج بدل کرایا جائے، اگر وہ اس حج کرنے یعنی اپنی محنت وغیرہ کا عوض لیتا ہے، تو پھر حج ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ عبادت کا عوض جائز نہیں، چنانچہ مشکوٰۃ باب الاذان میں حدیث ہے کہ عثمان بن ابی العاص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری قوم کا امام مقرر کریں، فرمایا۔ انت امامھم واقتد باضعفھم واتخذ مؤذنا لا یأخذ علی أذانہ اجرا (رواہ ابوداؤد والنسائی) کہ تو ان کا امام ہے، اور ان کے ضعیف کی رعایت رکھ، اور مؤذن ایسا مقرر کر جو اذان دینے پر اجرت نہ لے، اذان ایک عبادت ہے جب اذان پر اجرت منع ہو گئی تو حج پر بطریق اولیٰ منع ہو گئی۔

نوٹ:۔ حج کے لئے معلمین کو روپیہ دینے میں احتیاط چاہیئے۔ کیونکہ اکثر یہ لوگ روپیہ لے کر حج نہیں کرتے۔ اگر کرتے بھی ہیں تو تسلی بخش نہیں۔ (عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ ۲۷ رمضان ۱۳۵۳ھ ۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

(فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد ۲ ص ۵۹)

سوال:۔ زید حج بدل پر جا رہا ہے، اس خیال سے کہ میرے بھائی کا بھی حج ادا ہو جاوے گا، اور مجھ کو بھی حج کا ثواب ہوگا۔ عمرو کہتا ہے کہ زید کو صرف اپنے بھائی سے ہمدردی کا ثواب ہوگا حج کا نہیں۔ مدلل جواب دیں؟

جواب:۔ زید کو حج کی ترغیب دینے اور ہمدردی کا ثواب ملے گا، وسعت ہوتے پر زید پر حج فرض ہوگا۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۵۱۱)

سوال:۔ ہندوستان کے فوت شدہ وطنی کی طرف سے حج بدل مقیم مکہ سے کرا سکتے ہیں یا نہیں؟۔

جواب:۔ حج بدل میں وطنی ہونے کی شرط نہیں ہندی کی طرف سے عربی حج بدل کر سکتا ہے، بشرطیکہ حج بدل کرنے والا اپنا حج کر چکا ہو، مشکوٰۃ باب المناسک فصل دوم حدیث ابن عباس متعلقہ شبرمہ۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۵۱۰ طبع دہلی ۱۳۷۲ھ)

سوال:۔ اگر ایک شخص پر حج فرض تھا۔ اس نے ادا نہ کیا، اور مر گیا، تو اس کے لئے حج بدل کرانا ضروری ہے؟۔

جواب:۔ حدیث میں آیا ہے۔ ایک سائل کے سوال کرنے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کو قرض کے ساتھ تشبیہ دے کر مردے کی طرف سے ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا،

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۵۰۹ طبع دہلی ۱۳۷۲ھ)

توضیح:۔ یہ حدیث متفق علیہ بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۱ میں ہے (مرتب)۔

سوال:۔ زید عرصہ سے کامل استطاعت رکھتے ہوئے، بغیر کسی عذر شرعی کے محض طلب دنیا کے پیچھے لگ کر فرض حج سے محروم رہ کر انتقال کر گیا، اس کے ورثاء اگر حج بدل کرائیں تو زید کے ذمہ حج کا فرض ساقط ہوگا یا نہیں؟۔

جواب:۔ حج بدل حدیثوں میں آیا ہے، ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے، سواری پر بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کر دوں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے اجازت دی۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص۵۰۹ طبع دہلی ۱۳۷۶ھ)

سوال:۔ میرا ایک لڑکا حج کے لئے جانا چاہتا ہے۔ جس پر شرعاً حج فرض ہو چکا ہے۔ اسے ذیابیطس کی بیماری ہے، اور صحت کی حالت اچھی نہیں میں چاہتا ہوں کہ اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو اس سال حج بدل کے لئے بھیج دوں۔ یہ حج بدل میرے لڑکے کے لئے کامل ثواب کا باعث ہوگا یا نہیں (خدا بخش از چنیوٹ)

جواب:۔ معذور اپنی طرف سے حج بدل کسی اور سے کرا سکتا ہے۔ مگر حج بدل کو جانے والا اپنا حج فریضہ ادا کر چکا ہو، واللہ اعلم۔

تشریح:۔ ذیابیطس حج سے مانع نہیں جیسے نماز سے مانع نہیں لہٰذا خود ہی حج کرے جیسے نماز خود پڑھتا ہے، وہ مثل استحاضہ کے معذور ہے، (ابو سعید شرف الدین دہلوی) (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص۵۱۱)

حج بدل کی وصیت

سوال:۔ زید نے حج کے ارادے سے سرمایہ جمع کیا، حج نہ کرنے پایا کہ مرض الموت میں مبتلا ہو کر حج بدل کی وصیت کی، زید کا ایک قریبی رشتہ دار زید کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتا ہے، اور ایک شخص متقی پرہیزگار زید کا ہم عقیدہ اس کے لئے تیار ہے، زید نے کسی کا نام لے کر حج بدل کرنے کی وصیت نہیں کی، بلکہ اپنے ایک دوست کو مالیت سپرد کر کے حج بدل کی وصیت کی ہے، تو حج بدل کے لئے کس کو ترجیح دی جائے، یا جس کے حق میں وصیت کی ہے، اس کو اختیار ہے کہ جس کو مناسب سمجھے، اس کو حج بدل کا زاد راہ دے کر روانہ کر دیوے، اور کیا اس کی ضرورت ہے کہ حج بدل کرنے والا پہلے اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو؟۔

(سائل حاجی محمد سردار خان محمد خان منڈلہ سی پی)

جواب:۔ انتخاب کرنا تو بے شک موصیٰ الیہ کا حق ہے، مگر موصیٰ الیہ کو چاہیئے کہ نیک بخت آدمی کو منتخب کرے کیونکہ متقی کا عمل قبول ہونے کا وعدہ ہے، إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ۔ حج بدل کرنیوالے پر اگر اپنی حیثیت میں حج فرض ہو چکا ہے، تو پہلے اسے اپنا ادا کرنا چاہیئے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص۵۱۳)

سوال :۔ ہمارے ایک صاحب حج کی نیت رکھتے تھے، اب وہ انتقال کر گئے ہیں، مرحوم کی طرف سے ان کے بھائی حج بدل کرانا چاہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ حج بدل کے لئے کیا یہ لازم ہے کہ ایسا ہی شخص ہو جس نے پہلے اپنے مصارف سے حج کیا ہو یا نہ ؟۔

جواب :۔ بعض علمائے کرام کا خیال ہے جس پر حج عدم استطاعت کی وجہ سے فرض نہیں ہے، وہ حج بدل کر سکتا ہے۔ ورنہ استطاعت والے کو پہلے اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔

شرفیہ :۔ بعض علمائے کرام کا یہ خیال حدیث نبوی کے خلاف ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج بدل والے کو فرمایا تھا حج عن نفسک ثم حج عن شبرمة رواہ ابوداؤد وابن ماجتہ وصححہ ابن حبان والراجح عند احمد وقفہ (بلوغ المرام) اول تو ابوداؤد وابن ماجہ میں مرفوع بھی ہے، دوم اگر بالفرض موقوف بھی ہو تو قول صحابی بعض علماء کے خیال سے راجح ہے پس مقدم حج نائب راجح ہے۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

تشریح :۔ حج کی ایک قسم حج بدل بھی ہے جو کسی معذور یا متوفی کی طرف سے نیابۃً کیا جاتا ہے، اس کی نیت کرتے وقت لبیک کے ساتھ جس کی طرف سے حج کے لئے آیا ہے، اس کا نام لینا چاہیئے۔ مثلاً ایک شخص زید کی طرف سے حج کے لئے گیا تو وہ یوں پکارے لبیک عن زید نیابۃً کسی معذور زندے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے، اسی طرح کسی مرے ہوئے کی طرف سے بھی حج بدل کرایا جا سکتا ہے، ایک صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ میرا باپ بہت ہی بوڑھا ہو گیا ہے، وہ سواری میں بھی چلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ اجازت دیں تو میں اس کی طرف سے حج ادا کر لوں آپؐ نے فرمایا ہاں کر لو، ابن ماجہ۔ مگر اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ جس شخص سے حج بدل کرایا جائے، وہ پہلے خود اپنا حج فرض ادا کر چکا ہو، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے، عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلاً یقول لبیک عن شبرمة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شبرمة قال قریب لی قال ھل حججت قط قال لا قال فاجعل ھذہ عن نفسک ثم حج عن شبرمة رواہ ابن ماجتہ۔ یعنی ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ لبیک پکار رہا ہے آپ نے دریافت کیا کہ بھئی یہ شبرمہ کون ہے، اس نے کہا شبرمہ میرا ایک قریبی ہے، آپ نے پوچھا تو نے اپنا حج ادا کیا ہے، اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے نفس کی طرف سے حج ادا کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل وہی کر سکتا ہے، جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو، بہت سے ائمہ اور امام شافعی و امام احمد کا یہی مذہب ہے، لمعات

میں ہے، اَلْاَمْرُ یدل بظاہرہٖ علی ان النیابۃ انما یجوز بعد اداء فرض الحج والیہ ذھب جماعۃ من الائمۃ والشافعی واحمد یعنی امر نبوی ﷺ بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نیابت اسی کے لئے جائز ہے، جو اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو، شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب نیل الاوطار میں یہ باب منعقد کیا ہے، باب من حج عن غیرہ ولم یکن حج عن نفسہ۔ یعنی جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا وہ غیر کا حج بدل کر سکتا ہے، یا نہیں۔ اس پر آپ حدیث بالا شبرمہ والی لائے ہیں، اور اس پر یہ فیصلہ دیا ہے، ولیس فی ھٰذا الباب اصح منہ یعنی حدیث شبرمہ سے زیادہ اس باب میں اور کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی ہے، پھر فرماتے ہیں، وظاہر الحدیث انہ لایجوز لمن لم یحج عن نفسہ ان یحج عن غیرہ وسواء کان مستطیعا او غیر مستطیع لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یستفصل ہذا الرجل الذی سمعہ یلبی عن شبرمۃ وھو ینزل منزلۃ العموم والی ذٰلک ذھب الشافعی والناصر جزء رابع نیل الاوطار یعنی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی طرف سے پہلے حج نہ کیا ہو وہ حج بدل کسی دوسرے کی طرف سے نہیں کر سکتا خواہ وہ اپنا حج کرنے کی طاقت رکھنے والا ہو یا طاقت نہ رکھنے والا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو شبرمہ کی طرف سے لبیک پکارتے ہوئے سنا تھا، اس سے آپ نے یہ تفصیل نہیں دریافت کی، پس یہ بمنزلہ عموم کے ہے اور امام شافعی وناصر کا یہی مذہب ہے، پس حج بدل کرنے اور کرانے والوں کو سوچ سمجھ لینا چاہئے امر ضروری یہی ہے کہ حج بدل کے لئے ایسے آدمی کو تلاش کیا جائے، جو اپنا حج ادا کر چکا ہو تاکہ بلا شک وشبہ ادائیگی فریضہ حج ہو سکے۔ اگر کسی بغیر حج کئے ہوئے کو بھیج دیا تو حدیث بالا کے خلاف ہو گا۔ نیز حج کی قبولیت اور ادائیگی میں پورا پورا تردد بھی باقی رہے گا۔ عقلمند ایسا کام کیوں کرے، جس میں کافی روپیہ خرچ ہو، اور قیمتی تردد شک وشبہ ہاتھ آوے۔ چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی حنفی اپنی کتاب زیادۃ الحرمین میں ص ۱۶۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ حج بدل اس شخص سے کرائے جو دیندار اور مسائل سے واقف ہو کہ عوام بے مسائل سے ناواقفیت کے سبب تاوان واجب ہو جاتا ہے، اور حج بدل ادا نہیں ہوتا۔ اور پہلے اپنا حج کر چکا ہو، کہ جس نے اپنا حج نہیں کیا، اگرچہ بہ صحیح روایت شاید روایت فقہی مراد ہے، کے موافق وہ حج بدل کر سکتا ہے۔ (مولانا نے اپنے مسلک کے مطابق تحریر فرمایا ہے) اور اس پر اس سفر سے اپنا حج بھی فرض نہ ہو گا، مگر اختلاف سے بچنا افضل ہے، پس ایک مسلمہ حنفی عالم کے فتویٰ کے مطابق بھی حج بدل اسی شخص سے کرانا بہتر ہے، جو پہلے اپنا حج ادا کر چکا ہو، واللہ اعلم بالصواب

(حررہ محمد داؤد راز) (حج بیت اللہ شریف ص ۲۴۱) (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۵۰۰ تا ص ۵۰۸)

حج بدل پر علمی تبصرہ

کیا حج بدل وہی شخص کر سکتا ہے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔؟ اور کیا حج بدل غیر مستطیع کر سکتا ہے؟۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد: حج کی فرضیت میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن استطاعت دو طرح پر ہے۔ ۱۔ استطاعت مالی۔ ۲۔ استطاعت بدنی۔ جس کو دونوں حاصل ہوں، اس کو بنفسہ حج کرنا فرض ہے۔ اور جو مستطیع بالمال ہو، اور مستطیع بالنفس نہ ہو، جو کسی عذر کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس پر فرض ہے کہ حج بدل کرائے، حج بدل کرانے سے معذور کی طرف سے حج اسلام ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن عذر صحیح ہو، مرض مانع سفر، جو مایوس الصحت ہو، بڑھاپا جس کے باعث سواری وغیرہ پر بیٹھنا محال ہو۔

یہ مسئلہ کتب حدیث میں واضح طور پر موجود ہے جس کے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں، کلام اس امر میں ہے کہ جس شخص کو حج بدل کے لئے بھیجا جاتا ہے، اس پر فرض ہے کہ اس نے اپنا حج ادا کیا ہو یا نہیں؟ اس کے متعلق ایک حدیث پیش کی جاتی ہے، جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

قال ان رسول الله صلے الله علیہ وسلم سمع رجلاً یقول لبیك عن شبرمة، قال من شبرمة قال اخ لی او قریب لی قال احججت عن نفسك قال لا قال حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة رواه الشافعی وابوداؤد وابن ماجة

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو شبرمہ کی طرف سے لبیک پکارتے ہوئے سنا۔ فرمایا۔ شبرمہ کون ہے۔؟ کہا، میرا بھائی ہے، یا کہا، میرا قریبی ہے، فرمایا: کیا تو نے اپنی طرف سے حج کیا ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا: پہلے اپنی طرف سے حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے کر۔"

بلاشبہ اس حدیث سے نکلتا ہے کہ حج بدل کرنے والے کو لازم ہے کہ پہلے اپنا حج کرے۔ پھر دوسرے کی نیابت کرے، اکثر اہل علم کے نزدیک اسی طرح ہے۔

قال صاحب السبل وهذا قول اکثر الامة انه لا یصح ان یحج عن غیره من لا حج عن نفسه مطلقا مستطیعاً کان اولا۔ لان ترك الاستفصال والتفریق فی حکایة الاحوال دال علی العموم ولان الحج واجب فی اول سنة من سنی الامکان فاذا امکنه فعله عن نفسه لم یجز ان یفعله عن غیره لان الاول فرض والثانی نفل کمن علیه دین وهو مطالب به ومعه دراهم بقدره لم یکن له ان یصرفها الا الی دینه وکذلك کلما احتاج ان یصرفه الی واجب عنه فلا یصرفه الی غیره۔

" اکثر امت کا مذہب یہی ہے کہ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس کا دوسرے کی طرف سے حج صحیح نہیں خواہ یہ کرنے والا اپنے حج کے لئے خرچ کی طاقت رکھے یا نہ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک استفصال کیا۔ یعنی اس شخص سے دریافت نہیں فرمایا کہ تو اپنے خرچ سے حج کی طاقت رکھتا ہے۔ یا نہیں؟ اور ایسے حالات میں دریافت نہ کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسئلہ عام ہے خواہ طاقت رکھے یا نہ، دونوں صورتوں میں اس کا حج دوسرے کی طرف سے صحیح نہیں۔ نیز حج استطاعت کے اول السنہ میں واجب ہے، یعنی جب انسان کو حج کی ادائیگی کا موقع ملے تو اسی سال حج اس پر لازم ہے تو ایسے حال میں وہ دوسرے کی طرف سے کیوں کر سکتا ہے۔ کیونکہ اپنی طرف سے حج فرض ہے، اور دوسرے کی طرف سے نفل ہے، جیسے ایک شخص مقروض ہو، اور قرض خواہ مطالبہ کرتا ہو، اور اس کے پاس اتنے پیسے بھی ہوں کہ اس کا قرض ادا ہو جائے تو اس کو جائز نہیں کہ یہ پیسے کسی اور کے قرض میں دے دے۔ اسی طرح جو شئے اپنے واجب کی ادائیگی میں اس کو خرچ کرنی چاہیئے، وہ دوسری جگہ خرچ نہیں کر سکتا"

مگر بندہ کے نزدیک اس طرح نہیں۔ بلکہ حج بدل کرنے والا اگر مستطیع بالنفس ہونے کے ساتھ مستطیع بالدینار والدرہم بھی ہے تو اس پر فرض ہے، پہلے اپنا حج کرے پھر دوسرے کا۔ اگر غریب ہے، تو وہ حج کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو اپنا حج دریں غربت و فقر ممکن ہی نہیں۔ جب تک دوسرا اس کو خرچ نہ دے، اور وہ دوسرا اس کو اپنے حج کے لئے دیتا ہے، نہ کہ اس کے لئے۔ گویا رقم اس کے پاس حج کے حق میں امانت ہے، اس کو اپنے حج کے لئے خرچ کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ نیز اس پر اپنا فرض ہی نہیں۔ اس کی توضیح کے لئے چند ایک حدیثیں عرض کرتا ہوں، تاکہ فہم مرام میں کوئی دقت نہ ہو۔ عن ابن عباس قال اتی رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اختی نذرت ان تحج وانہا ماتت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان علیہا دین اکنت قاضیہ قال نعم قال فاقض دین اللہ فہو احق بالقضاء (متفق علیہ)

"ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور کہا میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، اور وہ نذر پوری کئے بغیر فوت ہو گئی ہے، کیا میں اس کی نذر پوری کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر وہ مقروض ہوتی۔ تو تو اس کا قرض ادا کرتا۔؟ کہا، ہاں۔ فرمایا، پس قرض اللہ کا ادا کر، کیونکہ وہ ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے"

اسی طرح مسلم جلد اول صفحہ ۳۶۲ میں ایک حدیث نذر کے روزوں کے متعلق آئی ہے:۔

عن ابن عباس قال جاءت امرأة الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان امی ماتت وعلیہا صوم نذر افاصوم عنہا قال ارأیت لو کان علی امک

دین فقضیتہ اکان یودی ذالک عنہا قالت نعم قال فصومی عن امک[1]۔

"ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اور کہا، اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ماں فوت ہو گئی، اور اس پر نذر کا روزہ تھا۔ کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھوں۔؟ فرمایا: اگر تیری ماں پر قرض ہوتا، اور تو ادا کرتی تو کیا اس سے اس کا قرض ادا ہو جاتا۔؟ کہا: ہاں۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اس کی طرف سے روزہ رکھ۔"

اسی طرح اور بھی کئی واقعات ہیں، پہلی حدیث میں سائل کی ہمشیرہ پہ نذر حج ہے، جو اس پر فرض تھی، دوسری حدیث میں سائلہ کی ماں پہ نذر کا روزہ ہے، جو اس نے از خود فرض کر لیا تھا، مجھے اب بھی خطرہ ہے کہ کہیں قارئین حضرات کو غلط فہمی نہ ہو جائے۔ لہٰذا یوں سمجھئے کہ ان دونوں حدیثوں میں سائل اور میت کا حج اسلام یا روزہ رمضان وغیرہ کا جھگڑا نہیں، بلکہ یوں جانئے کہ حج اسلام یا صوم رمضان سے سائل اور میت دونوں فارغ ہیں اور دونوں سائل پر اپنی نذر حج یا اپنی نذر روزہ یا کفارہ وغیرہ کا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اس وقت ان دونوں رکنوں سے ہر طرح آزاد ہیں۔ دریں صورت یہ حج اور روزہ میت نے از خود اپنے نفس پہ نذر مان کر فرض کر لئے تھے، اگر اس صورت میں حج بدل کرنیوالے کو یا روزہ بدل کرتے والے کو کوئی کہے کہ پہلے اپنا حج کر یا روزہ رکھ تو کیا بجا ہے۔؟ ہرگز نہیں میرے گمان میں کوئی ہوش مند انسان ایسا نہیں کہہ سکتا۔ پس غیر مستطیع بالدراہم کی بعینہٖ یہی صورت ہے، اور اس کو کہنا بھی ایسا ہی ہے، کیونکہ اس پہ حج فرض ہی نہیں ہوا، للہٰذا حدیث شبرمہ کی عمومیت صحیح نہیں۔!

مسئلہ مذکور پر صرفیوں کے اصول پر تبصرہ

صرفیوں کے ہاں تین حروف ہیں، واؤ، الف اور یا حروفِ علت ہیں، جو بمنزلہ معذور آدمیوں کے ہیں ان پر جب کوئی حرکت آجاتی ہے، جس کے بار کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔ تو صرفی اس حرکت کو نقل کر کے صحیح حرف کو جو بمنزلہ تندرست انسان کے ہے، دے دیتے ہیں، لیکن اس کی دو صورتیں ہیں، یا تو وہ حرف صحیح متحرک ہوتا ہے، یا ساکن۔ جب وہ متحرک ہوتا ہے تو اس کی حرکت دور کئے بغیر حرف علت کی حرکت اس کو نہیں دیتے، چنانچہ "قِیْلَ" ماضی مجہول میں کہتے ہیں:۔

قِیْلَ دراصل قُوِلَ بود کسرہ برواؤ ثقیل بود نقل کردہ بما قبل داوند بعد سلب حرکت ما قبل بعدہ واؤ ساکن بود ما قبل او مکسور آں۔ واؤ را بیا بدل کردند قِیْلَ شد۔

جس پر اپنا حج بوجہ استطاعت نفس اور مال کے فرض ہو وہ بمنزلہ قاف قِیْلَ کے ہے۔ یعنی قاف کی طرح ایک

[1] اس حدیث میں بھی ترک استفصال ہے جیسا کہ حدیث ابن عباس میں شبرمہ کے واقعہ میں ہے۔

ایسی چیز کا حامل ہے جس کے ادا کئے بغیر دوسرے کے بار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اپنا حج کئے بغیر حج بدل نہیں کر سکتا۔

دوسری صورت میں جب کہ حرف صحیح ساکن ہو تو اس حرف علت کی حرکت بغیر کسی تکلیف کئے دے دیتے ہیں۔ جیسے یقُوْلُ میں کہتے ہیں۔ یقُوْلُ دراصل یقْوُلُ بود ضمہ بر واؤ ثقیل بود نقل کردہ بما قبل واو ندیقُوْلُ شد۔

جس پر اپنا حج بوجہ غربت و فقر فرض نہیں۔ وہ قاف یقُوْل کی طرح فریضہ حج سے خالی ہے، لہٰذا دوسرے کا حج بدل کر سکتا ہے۔

اعتراض:۔ ایک غنی آدمی اپنے سفر میں اپنی خدمت کے لئے ایک خادم کو لے جاتا ہے، مکہ پہنچ کر خادم بھی حج کرتا ہے، علما کا فتویٰ ہے کہ اس کا حج اسلام ادا ہو گیا۔ حالانکہ وہ اپنے روپے سے نہیں پہنچا، اسی طرح حج بدل کرنے والا بھی اگرچہ اپنے روپے سے نہیں پہنچا۔ لیکن اس کا حج ادا ہو جائے گا۔

جواب:۔ صورتِ معترضہ میں مخدوم خادم کو زاد راہ اس لئے دیتا ہے کہ اس سے اپنی خدمت کے سودہ لے لیتا ہے، خادم کو زاد راہ دینے سے اس کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ اس کی عبادات کا مالک بن جائے، لہٰذا جو عبادت بھی خادم کرے، اس کی اپنی ہے، بخلاف حج بدل کرانے والے کے، وہ زاد راہ اس لئے دیتا ہے کہ حج بدل کو جانیوالے کے ارکانِ حج کا مالک بن جائے، فاند فع ما اورد۔ (پس اب کوئی اعتراض نہیں رہا)

سبل السلام کی عبارتِ مذکورہ بالا میں شارح نے عموم کی دو وجہیں قرار دی ہیں، اوّل ترک استفصال۔ دوم وجوب حج۔ من اوّل السنۃ: استفصال کی شارح علیہ السلام نے ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ کیونکہ یہ بادی التحقیق امر ہے کہ غربا پر سرے سے حج فرض[1] ہی نہیں ہے۔ چنانچہ سبل السلام ص۲۴۶ میں عبارت مذکورہ بالا کے بعد فرماتے ہیں:۔ الا ان ھذا انما یتحرّی فی المستطیع ولذا قیل انما یؤمر بان یبدأ بالحج عن نفسہ اذا کان واجباً علیہ، وغیر المستطیع لم یجب علیہ فجاز ان یحج عن غیرہ ۱۲۔

"لیکن یہ (اول السنۃ) وجوب اور مفروض کی مثال حج کی طاقت رکھنے والے کے حق میں پوری ہو سکتی ہے، اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ جب اس پہ حج واجب ہو اس وقت اس کو حکم دیا جائے گا، کہ پہلے اپنی طرف سے حج کرے، پھر دوسرے کی طرف سے کرے، اور جو طاقت نہیں رکھتا، اس پر تو اپنا حج فرض ہی نہیں ہوا، تو اس کو جائز ہے کہ دوسرے کی طرف سے حج کرے۔"

---

[1] فرض نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر ادا کرلے تو اس کا فرض ادا نہ ہو۔ مثلاً عورت اور مسافر وغیرہ پر جمعہ فرض نہیں، مگر ادا کرلیں تو فرض ادا ہو جائے گا، اسی طرح مسافر پر چار رکعت نہیں لیکن پڑھ لے تو ہو جائے گی پس اسی طرح حج کو سمجھ لیں۔ اگر اس کے ادا کرنے سے اس کا فرض ادا نہیں ہوتا، تو دوسرے کا فرض اس کے ادا کرنے سے کس طرح ادا ہو گا، یہ اپنی شئے ہی تو اس کو دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے وطن میں غریب پر حج فرض نہیں، جب مکہ شریف پہنچ گیا تو اس پر فرض ہو گیا۔ کیونکہ اب اس کو استطاعت ہو گئی ۱۲۔

اس کے بعد فرماتے ہیں :۔

ولکن العمل بظاھر الحدیث اولیٰ[1] (لیکن ظاہر حدیث پر عمل راجح ہے)

مگر ہمیں اس وقت اولیٰ سے مطلب نہیں ہے۔ بلکہ جائز ناجائز کا سوال ہے، نیز جن احادیث میں حج بدل کا ذکر ہے۔ ان کی رفع اور صحت میں کوئی اختلاف نہیں۔ ان میں شخیں کی حدیثیں بھی ہیں، اور ان میں کوئی قید نہیں آئی۔ اور شبرمہ کی حدیث کے رفع میں اختلاف ہے، چنانچہ بلوغ المرام میں ہے۔ رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ وصححہ ابن حبان والراجح عند احمد وقفہ۔

صاحب سبل السلام فرماتے ہیں۔ وقال البیھقی اسنادہ صحیح ولیس فی ھذا الباب اصح منہ وقال احمد بن حنبل رفعہ خطاء وقال ابن المنذر ولا یثبت رفعہ وقال الدارقطنی المرسل اصح اس مختلف فیہ حدیث کی بنا پر اتنی صحیح مرفوع احادیث مطلق کو مقید کرنا ٹھیک نہیں، اگر ہے تو مستطیع کے حق میں ہے جو اس حدیث کی عدم موجودگی میں بھی عقلاً ثابت ہے، اور جس پر قیاس دال ہے۔ فقط

(از محمد کلس گاماں ڈاک خانہ کنگن پور تحصیل چونیاں ضلع لاہور) قصور

تبصرہ از حضرت العلام رحمہ اللہ

تنقیح طلب امر یہ ہے کہ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس کو اگر کوئی زاد راہ اس شرط پر دے کہ تیرے افعال حج کا میں مالک ہوں گا کیا یہ شرط صحیح ہے۔؟ آپ کہتے ہیں، صحیح ہے۔ دلیل آپ نے یہ دی ہے کہ وہ خود بوجہ عدم استطاعت کے فرضیت سے سبکدوش ہے، جیسے بقولؔ میں قاف حرکت سے خالی ہے، اس لئے وہ دوسرے کا حج کر سکتا ہے، یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ وہ دوسرے کے افعال اپنے ذمہ لے سکتا ہے، کیونکہ قاف کی طرح وہ خود خالی ہے یا جیسے کوئی حج کی نذر یا روزے کی نذر دوسرے کی طرف سے ادا کرے، وہ ادا ہو جاتی ہے، کیونکہ خود اس کے ذمے کوئی نذر نہیں، اسی طرح جس پر حج فرض نہ ہو، وہ دوسرے کی طرف سے حج ادا کر سکتا ہے۔

یہ آپ کی ساری تقریر کا خلاصہ ہے، لیکن اس کا مدار اس پر ہے کہ آیہ کریمہ، من استطاع الیہ سبیلا میں تخصیص پیدا کی جائے، کیونکہ استطاعت کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) یہ کہ خود استطاعت رکھے، (۲) یہ کہ دوسرے ذریعے سے رکھے۔ پھر دوسرا۔ دوسرے کے ذریعہ سے رکھنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دوسرا شرط کرے کہ تیرا حج میرا ہوگا، ایک یہ کہ شرط نہ کرے، یہ کل تین صورتیں ہیں سائل سے صرف اخیر کی صورت میں آپ کہتے ہیں کہ اپنا حج کئے بغیر حج بدل کر سکتا ہے، لیکن اگر آپ کی طرح قیاس کریں، تو تینوں صورتوں میں اپنا حج کئے بغیر حج بدل درست

---

[1] اولیٰ سے مراد راجح ہے۔ اس لئے اس کا خلاف جواز نہیں لینا چاہئے، بلکہ اس کا خلاف مرجوح ہے، جس پر عمل جائز نہیں۔ فافہم۔ ۱۲۔

ہونا چاہیئے، کیونکہ استطاعت ہوتے ہی پہلے سال حج کوئی ضروری نہیں، ہر سال ہو سکتا ہے، مثلاً اہل مکہ ہر سال حج کر سکتے ہیں، اگر اس سال دوسرے کا کر لیں، اور آئندہ سال اپنا کر لیں، تو اس کا کیا حرج ہے، مثلاً ایک شخص کی ماہوار تنخواہ چالیس پچاس روپے ہے، اتنا ہی اس کے ذمے قرض ہے، اگر یہ اپنی تنخواہ پہلے مہینہ کی دوسرے کے قرض میں دیدے، اور اس کے بعد اپنا قرض اتارے تو یہ یا کوئی بری بات ہے؟ ٹھیک اسی طرح حج کا معاملہ سمجھ لینا چاہیئے، اسی طرح ایک شخص کے ذمہ نذر کا روزہ ہے، اگر اس کے لئے کوئی دن مقرر نہیں تو وہ دوسرے کی نذر کا روزہ رکھ کر اپنا رکھ لے، اس پر کیا اعتراض ہے؟ یا کسی کے رمضان کے روزے دو چار رہ گئے ہوں تو وہ سارا سال جس وقت چاہے قضا دے سکتا ہے، اگر وہ شوال کے چھ روزے پہلے رکھ لے، پھر قضا دے تو اس میں بھی کوئی برائی معلوم نہیں ہوتی۔ کیا مقروض کو گنجائش کی صورت میں صدقہ خیرات منع ہے، اس بنا پر فرض سے پہلے نفل حج بھی جائز ہونا چاہیئے۔

غرض قیاس سے یہ ساری صورتیں جائز معلوم ہوتی ہیں، مگر نہ آپ قائل ہیں نہ اور قائل ہیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ حج کے بارے میں یہ قیاس صحیح نہیں۔ اور جو آپ نے صرفی مثال قِیل دی ہے، اس میں واؤ کی حرکت گرا کر قُوْل پڑھنا بھی جائز ہے، اگر کمزور آدمی حرف علت کی بجا ہے۔ تو کیا باوجود اس پر حج فرض ہونے کے ویسے اس سے حج کر سکتا ہے، نیز قیل میں اشمام بھی ہے، جس میں قاف کی حرکت پورے طور پر زائل نہیں ہوتی۔ گویا کسرہ، ضمہ دونوں جمع ہو جاتے ہیں، اس بنا پر حج بدل کرنے اور کرانے والے ہر ایک کا ناقص ناقص حج ادا ہو جانا چاہیئے، جس کی کمی بعد کو دم دینے سے پوری ہو سکتی ہے، حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں۔

پس اس قسم کے تبصروں اور قیاسوں سے آپ حج بدل کے مسئلہ کو روشنی میں نہیں لا سکتے۔ میں اس میں آپ کو ایک نکتہ بتائے دیتا ہوں، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ اس مسئلہ پر غور کریں، وہ یہ کہ انسان کا راستے کا سفر حج کی جز نہیں حج مخصوص جگہوں کی زیارت کا نام ہے، جب انسان ان جگہوں میں پہنچ جاتا ہے، خواہ کسی طرح سے پہنچ جائے، تو اب اس پر فرض کیا ہے؟ اگر اس وقت اپنا حج فرض ہے، تو دوسرے کا حج نہیں کر سکتا۔ خواہ دوسرے نے زادِ راہ دیتے وقت سو شرط کی ہو کہ میری طرف سے حج کرنا، کیونکہ جب مخصوص جگہوں میں پہنچنے کے وقت اس پر اللہ کا فرض عائد ہو گیا، تو مخلوق کی ساری شرطیں باطل ہو گئیں۔ جیسے رمضان میں مسافر، بیمار، حاملہ اور مرضعہ کو روزوں کی معافی ہے، لیکن اگر تکلیف اٹھا کر رکھیں تو کسی دوسرے کی طرف سے نہیں رکھ سکتے۔ بلکہ یہ ان کا اپنا ہی روزہ ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح حج کو سمجھ لیں، اور اگر مخصوص جگہوں میں پہنچنے کے وقت اللہ کا فرض اس پر عائد نہیں ہوتا جیسے کسی کا اس نے قرض دینا ہو، تو وہ کہہ دے کہ اچھا پھر دیدینا تو اس وقت یہ آزاد ہے، جس کی طرف سے چاہے، حج کرے۔

بس یہ ایک نکتہ کی شئے ہے، اس پر غور کرتے ہوئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قیاس سے اس کا فیصلہ نہیں

ہو سکتا۔ کیونکہ اگر استطاعت ہوتے ہی پہلے سال حج ضروری نہ ہو، تو پھر ہر طرح آزادی معلوم ہوتی ہے، پہلے فرض ادا کرے، نفل ادا کرے، اپنا کرے، دوسرے کا کرے، حالانکہ نہ آپ اس کے قائل ہیں نہ اور قائل ہیں، چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور پہلے سال ہی ضروری ہو تو اول تو یہ مسلک ہی صحیح نہیں۔ دوم اس میں اس بات کو اہمیت ہوگئی کہ پہلے اپنا حج کرے، پھر دوسرے کا کیونکہ استطاعت عام ہے، خواہ اپنے وطن میں ہو جیسے اہل مکہ اور خرچ سفر رکھنے والوں کو حاصل ہے، یا مکہ شریف میں پہنچ کر حاصل ہو جیسے دوسرے کے خرچ پر آنے والے کو اپنے وطن میں تو استطاعت نہ تھی، مگر پہنچنے کے بعد ہوگئی۔ اگر خرچ کرنے والے نے یہ شرط کی ہوگی، تجھے میری طرف سے حج کرنا ہوگا، تو یہ خلاف شرع ہوگی۔ کیونکہ راستہ کا سفر حج سے خارج شئے ہے۔ مقامات مخصوصہ پر پہنچ کر استطاعت کی وجہ سے اس پر خدائی فرض عائد ہوگیا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک شخص کو کوئی نوکر کی حیثیت سے ساتھ لائے، اور حج سے اس کو روکے اور کہے کہ تو فلاں فلاں کام میں لگا رہ اور حج نہ کیا۔ یا میری طرف سے نفل حج کر۔

تو جیسے اس کی شرائط باطل ہیں اسی طرح پہلے کی بھی باطل ہیں، اور جیسے نوکری کی طمع میں حج نہ کرنے والا اگر اسی حالت میں بغیر حج کے مر جائے تو تارک حج کے وعید میں آجاتا ہے، ایسے ہی پہلے کو سمجھ لیں۔

یہ تو آپ کے قیاس کا حال تھا اب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث پر اپنی جرح کا حال سنئے۔ آپ نے سبل السلام کی پوری عبارت نقل نہیں کی۔ سبل السلام میں وقال الدارقطنی المرسل اصح کے بعد یہ عبارت ہے۔

قال المصنف هو كما قال لكنه يقوى المرفوع لانه من غير رجاله وقال ابن تيمية ان احمد حكم فى رواية ابنه صالح عنه انه مرفوع فيكون قد اطلع على ثقة من رفعه قال وقد رفعه جماعة على انه وان كان موقوفاً فليس لابن عباس فيه مخالف ـ انتهى ـ

یعنی مصنف نے کہا ہے، دار قطنی کا مرسل کو اصح کہنا بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ مرفوع کو تقویت ہوگئی۔ کیونکہ مرسل کی اسناد مرفوع سے الگ ہے۔

اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا، امام احمد رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے صالح رحمہ اللہ کی روایت میں اس حدیث کے مرفوع ہونے کا حکم کیا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ثقہ کی معرفت اس حدیث کے مرفوع ہونے کی اطلاع ہوگئی۔

نیز امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے، ایک جماعت نے اس حدیث کو مرفوع کہا ہے، علاوہ اس کے اگر موقوف تسلیم کر لی جائے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اس میں کوئی مخالف نہیں۔ (پس مسئلہ پختہ ہوگیا)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اپنا حج کئے بغیر حج بدل صحیح نہیں۔ خاص کر اتنا بڑا رکن اسلام کا جس میں جانی تکالیف کے علاوہ ایک معقول رقم کا خرچ بھی ہے، اس کو تنکے کے سہارے پر ادا کرنا کون دانا پسند کر سکتا ہے، اور اس میں فرض سے سبکدوش ہونے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ (عبداللہ امرتسری، ۱۷ رمضان المبارک ۵۶ھ ۲۲ نومبر ۱۹۳۷ء)

حج بدل پر علمی تبصرہ:۔

(از مولانا عبدالرحیم صاحب خطیب ۔ فیروز وٹواں شیخوپورہ)

تنظیم اہلحدیث مجریہ ۱۰ر دسمبر ۲۷ء ۱۹ جلد، میں مولوی محمد صاحب کلس گاماں لاہور نے ایک مضمون بعنوان:۔

"کیا حج بدل وہی شخص کرسکتا ہے جس نے پہلے اپنا حج کیا، یا دوسرا بھی کرسکتا ہے۔؟

شائع کرایا۔ جس میں مضمون نگار نے کچھ دلائل قوی دے کر ثابت کیا کہ غیر مستطیع بالدرہم والدینار، غیر کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے۔ کیونکہ اس کو اپنا حج کرنا غربت کے باعث فرض نہ تھا۔

اس امر کی تائید میں بخاری مسلم کی حدیثیں پیش کی گئیں۔ لیکن مدیر صاحب نے مضمون نگار کے دلائل کو توڑ کر صرف شبرمہؓ والی حدیث کو تقویت دیتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ حج بدل وہی شخص کرسکتا ہے جس نے پہلے اپنا حج کیا ہو۔

اس لئے راقم الحروف اس مسئلہ پر از روئے تحقیق تبصرہ کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ مسئلہ کی اور وضاحت ہوجائے، اور قارئین وسامعین پڑھ سن کر مطمئن ہوں، اور ابہام وشکوک کو مٹا کر طریق مستقیم عیاں کیا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱)۔ اول حدیث شبرمہؓ والی پیش کرتے ہیں، جس کے موقوف ہونے اور مرفوع ہونے میں علماء محققین ومحدثین کو کلام ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس حدیث کو موقوف کہتے ہیں، والراجح عند احمد وقفہ۔

اور بعض مرسل کہتے ہیں، ابن منذر وغیرہ۔

اور مدیر صاحب نے مرسل ثابت کرنے کے لئے کافی دلائل پیش کئے ہیں جن سے ثابت کرتے ہیں کہ حج بدل وہی شخص کرسکتا ہے، جس نے پہلے حج کیا ہو۔

فرض کرلیا کہ یہ حدیث صحیح ہے، تو ساتویں درجہ کی صحیح ہوگی۔

(۲)۔ دوم والے کہتے ہیں کہ "اپنا حج کئے بغیر جس کو طاقت مال نہ ہو وہ دوسرے کا حج بدل کرسکتا ہے"

وہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں:۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال كان الفضل رديف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت امرأة من خثعم فجعل الفضل ينظر اليها وتنظر اليه وجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الآخر فقالت يا رسول اللہ ان فريضة اللہ على العباد فی الحج ادركت ابی شيخا لا يثبت على الراحلة افاحج عنه قال نعم وذالك فی حجة الوداع۔ (بخاری مصری کتاب الحج ص ۱۸۱)

"ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فضل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا، ایک عورت خثعم قبیلہ سے آپ کے سامنے آئی۔ فضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگا، اور عورت فضل کی طرف دیکھتی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کا منہ دوسری طرف پھیر دیا، کہ عورت کی طرف نہ دیکھے

عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کا فرض حج بندوں پر فرض ہے۔ اے اللہ کے رسول۔ ! میرا باپ بوڑھا ہے، سواری پر نہیں ٹھہر سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ! یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے "۔

یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے، جو تمام مراتب احادیث پر اعلیٰ اور ارفع ہے، جو سلف سابقین محدثین نے عموم پر وارد کیا ہے، بلکہ شرح عینی والا اسی حدیث سے استنباط کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں ۔

فيه دليل على انه يجوز لرجل ان يحج عن غيره وان لم يكن حج عن نفسه لاطلاق الحديث لانه لم يسأبها صلى الله عليه وسلم احجت ام لا وهو مذهب ابو حنيفة ومالك واحمد ۔

اس مسئلہ پر امام ابو حنیفہ رح، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رح کا فتویٰ ہے۔

یہ تین اجل سابقین محدثین میں سے ہیں، جن کا عمل اسی پر ہے، کہ غیر مستطیع حج بدل کر سکتا ہے، امام مالک رح اور امام احمد بن حنبل رح کی مثال موجودہ زمانہ میں کوئی نہیں دے سکتا۔

پھر امام بخاری رح کتاب بخاری شریف میں بیان فرمادیں جو تمام صحاح سے افضل ہے، اس کو مقدم و افضل و صحیح مطلق مانتے ہوئے اسی پر عمل کریں۔

پھر صحیح کتاب کے سات درجے ہیں ۔

(۱) جو بخاری و مسلم بیان کریں۔ (۲) ۔ جو امام بخاری بیان کریں۔ (۳) جو صرف امام مسلم بیان کریں۔ (۴) جو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہو۔ (۵) جو بخاری کی شرط پر ہو۔ (۶) جو مسلم کی شرط پر ہو۔ (۷) جو دوسرے محدثین بیان فرمائیں۔

تو اگر یہ صحیح بھی ہے تو ساتویں درجہ کی ہے۔۔ اگر ساتویں درجہ کی حدیث پر عمل کیا جائے۔ دوسرے صحیح درجوں پر عمل نہ کیا جائے، تو دوسرے چھ درجے صحیح حدیث کے متروک العمل قرار دیدیئے جائیں گے ۔

ہاں قابلِ عمل حدیث بخاری مسلم کی ہوگی، اور اسی کی فوقیت ہوگی جو عموم پر دلالت کرتی ہے، خاص نہیں جیسے امام مالک رح اور امام احمد رح نے سمجھا ہے۔

اور یہ حدیث نص کی بھی تائید کرتی ہے، مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا۔ " وہ جو طاقت رکھے اس کے رستے کی طرف "، من، عام پر دلالت کرتا ہے، خاص پر نہیں ولہذا اصح حدیث مطلق و نص کو مقید کرنا ساتویں درجہ کی حدیث متکلم فیہ سے تو گویا منسوخ کرنے کے مترادف ہے، اور یہ عدل و انصاف نہیں۔

یا عقلی دلائل دے کر نص و حدیث کو منسوخ کرنا عدل نہیں۔

کیونکہ شریعت اکمال کو پہنچی ہوئی اکمل ہے، ہم امتیوں کے لئے احکام شریعت مقید ہیں، اور یہ حدیث

حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔ جہاں اور جس وقت شریعت مکمل ہوئی۔ لہٰذا معلوم ہوا، اور یقینی طور پر معلوم ہوا کہ حج بدل وہ شخص بھی کر سکتا ہے جس نے پہلے اپنا حج نہ کیا ہو، اور غیر مستطیع، غریب، مفلس، تنگدست ہے۔ ھذا ما عندی وعلینا البلاغ۔

تبصرہ:۔ (از حضرت العلام محدث روپڑی رحمہ اللہ)

اصول کا مسئلہ ہے، کہ۔ وقائع الاعیان لا یحتج بہا علی العموم (نیل الاوطار صفحہ ج ۳)

یعنی "خاص واقعہ سے عام استدلال صحیح نہیں"

اور عورت کا یہ واقعہ اسی قسم کا ہے، کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے حج کے متعلق علم ہو، اس لئے نہ پوچھا ہو۔

اس کے علاوہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما مزدلفہ سے واپسی کے وقت منیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے، اور مزدلفہ سے منیٰ کی طرف دسویں ذی الحجہ کو عید کے دن صبح کے وقت لوٹتے ہیں، جو حج کا وقت نہیں۔ کیونکہ حج نویں ذی الحجہ سے ہوتا ہے۔

پس عورت کا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا آئندہ سال کے لئے تھا، نہ کہ اس سال کیلئے، گویا اس سال وہ اپنا حج کرنے کے لئے آئی تھی۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے اپنے حج کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہ رہی۔

رہا شبرمہ کی حدیث کے مرفوع موقوف ہونے کا جھگڑا، سو اس کا فیصلہ میں ۱۰ ستمبر ۱۹۲۳ء میں کر چکا ہوں، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح قابلِ استدلال ہے، بلکہ امام احمدؒ سے بھی اس کا لائق استدلال ہونا ثابت کر دیا ہے۔

پس ترجیح اسی کو ہے کہ اپنا حج کئے بغیر دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا۔

(عبداللہ امرتسری غفر اللہ لہٗ)

عورتوں پر حج

سوال:۔ عورتوں پر حج فرض کس حالت میں ہے؟۔

جواب:۔ جس حالت میں مردوں پر فرض ہے، مزید یہ ہے کہ عورت کے ساتھ کوئی محرم بھی ہونا چاہیئے۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۹ طبع دہلی ۱۳۷۲ھ)

ذی محرم کے سوا حج کو جانا کیسا ہے

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی منکوحہ عورت جوان کو غیر محرم مرد مجرد جوان کے ساتھ حج کرنے کو بھیجا ہے، اس عورت اور اس کے خاوند اور اس غیر محرم مرد تینوں کو کہا گیا تھا کہ غیر محرم عورت کا غیر محرم مرد کے ساتھ حج کرنے کو سفر کرنا ناجائز ہے، اور علمائے دین کا فتویٰ ہے کہ محرم کے ساتھ ہونے کے سوا عورت حج کو نہ جائے ان تینوں نے انکار کر دیا کہ ہم علمائے دین کا حکم نہیں مانتے اپنی مرضی کریں گے، اور کر لی، اب آپ فرمائیں کہ دونوں کا حج جائز ہوگا، یا ناجائز، اور اس کے خاوند کو کیا ثواب ہوگا کہ جس نے عیدین کی نمازوں کے سوا فرض نمازیں اور روزے کبھی ادا نہیں کئے، اور جس نے غیر محرم مرد کے ساتھ عورت حج کرنے کو بھیج دی، حالانکہ یہ خاوند اس کا اور وہ عورت دونوں مسکین ہیں، اس عورت پر حج فرض ہی نہ تھا، جو ساتھ لے گیا ہے، اس نے اس عورت کا خرچ وغیرہ اپنی گرہ سے خرچ کرنا ہے، اور سنا گیا ہے کہ راستے میں اور دربار خدا وندی میں محرم ہی جھوٹ بول کر بتائیں گے۔ (۱) اور آپ یہ بھی فرمائیں کہ جب وہ حج کر کے آویں، تو ان کی تعظیم و تکریم حاجی سمجھ کر بجالانی ضروری ہے، یا نہیں؟۔ (۲) غیر محرم مرد جو اپنی گرہ سے حج کو لے گیا ہے، اس کو اس حج کرانے کا اجر ملیگا یا نہیں؟ اور اپنا بھی اس کا حج جائز ہے یا ناجائز؟ (۳) غیر محرم مرد کے ساتھ جو عورت حج کو گئی ہے، اس کا حج جائز ہوگا یا نہیں؟ (۴) اس عورت کے خاوند کو کیا اجر ملے گا، جو کہتا ہے کہ میں نے حج کی اجازت عورت کو دی ہے، نماز روزہ تو ادا نہیں کرتا؟

جواب:۔ تمام سوالات کا مجملا جواب یہ ہے کہ عورت کو نا محرم کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔ بحکم حدیث باقی رہا حج کا قبول ہونا یا نا ہونا اس کا علم خدا کو ہے، جو نیات سے پورا واقف ہے مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ جس عورت کے ساتھ جانے والا محرم نہ ملے، اور خاوند نہ جا سکے تو اس کا حج ملتوی ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص۵۱۳)

سوال:۔ پچاس سالہ بڑھیا اپنے باون سالہ بوڑھے دیور کے ساتھ حج کو جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ پچاس برس کی بڑھیا اپنے باون سالہ بوڑھے دیور کے ساتھ حج کے واسطے نہیں جا سکتی ہے۔ (۱۳ مئی ۱۹۳۲ء)

تعاقب:۔ اس پر عرض یہ کہ سورہ نور میں اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ کو خاص کر دیا ہے کہ بوڑھے مردوں سے پردہ نہیں ہے، علیٰ ہذا القیاس بوڑھے مرد و عورت جنکی قوت جماع ختم ہو چکی ہے، آپس میں حج کو چلے جائیں تو کیا عذر ہے، فی زمانہ پچاس برس کی عورتیں بالکل کمزور اور بوڑھی ہو جاتی ہیں، آپ نے فرمایا ہے کہ بوڑھے مرد کے ساتھ غیر محرم عورتیں بے پردہ نہیں جا سکتیں۔ اللہ تعالیٰ کی کلام تو اجازت دیتی ہے کہ بوڑھے سے کوئی پردہ نہیں ہے، مگر آپ پردہ کی قید فرماتے ہیں، اور مستفتی نے تصریح کر دی ہے کہ

بوڑھا مرد جا سکتا ہے، یا نہیں۔ آیت کی رو سے بوڑھے مرد کو اجازت ہے۔

(خاکسار عبدالرحمٰن فرید کوٹی از سکندر آباد دکن)

جواب:۔ قرآن مجید میں لفظ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ آیا ہے جو کسی خاص عمر سے تعلق نہیں رکھتا نہ غیر کا فیصلہ ہم کر سکتے ہیں، بعض دفعہ ساٹھ ستر برس بلکہ اسی سالہ بوڑھوں کو شادی کے بعد صاحب اولاد ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے، اس لئے فتویٰ صحیح ہے، اور تعاقب غلط۔ (۲۲ / جون ۱۹۳۳ء)

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۵۰۱ طبع دہلی ۱۳۷۳ھ)

بغیر محرم عورت کا حج

سوال:۔ میں مسمات فاطمہ سکنہ چنیوٹ بعمر تیس سال حج کا شوق رکھتی ہوں، اور بڑی مشکلوں سے میں نے حج کے شوق میں روپیہ جمع کیا ہے، اب میرا کوئی محرم ایسا نہیں جو مستطیع ہو، اور مجھے اپنے ساتھ حج کرائے اب اگر میں برادری کے کسی غیر محرم کے ساتھ حج کر لوں، تو شرعاً جائز ہے یا نہیں ہمارے اس سفر حج میں اور مرد اور عورتیں شامل ہوں گی۔ لیکن ان سب کے ساتھ اپنے اپنے محرم ہوں گے صرف میرا ہی کوئی محرم نہ ہوگا، بینوا توجروا۔

جواب:۔ ایسی عورت پر حج فرض نہیں ہے، جس کے ساتھ سفر میں جانے والا خاوند یا ذی محرم نہ ہو، استطاعت حج میں عورت کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے، حدیث میں آیا ہے، لا تسافر المرأة الا معه ذی محرم فقام رجل فقال یا رسول اللہ ان امرأتی خرجت حاجة فقال فانطلق فحج مع امرأتك۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ کوئی عورت ذی محرم (جس کے ساتھ نکاح حرام ہو) کے بغیر سفر نہ کرے، یہ سن کر۔ ایک شخص نے کہا کہ میری عورت سفر حج کے لئے گئی ہے، آپ نے اسی شخص کو غزوہ سے روک کر فرمایا تم اپنی عورت کے ساتھ جاؤ، اور حج کرو (مسلم شریف)

تشریح:۔ اپنی ذاتی برادری کا قافلہ مرد عورت کا ہو تو اس کے ساتھ جا سکتی ہے، ممانعت کی جو علت غائی خلوت اجنبیہ کی فرمائی ہے، وہ قافلہ برادری میں مفقود ہے، لہٰذا میری رائے اس بارے میں تامل ہے۔ واللہ اعلم

(از مولانا عبداللطیف جوناگڑھی) (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۵۱۴)

توضیح:۔ بعض مصلحتوں اور دوراندیشیوں کی بنا پر ارشاد نبوی قانونی حیثیت رکھتا ہے، بہرحال اتقاء اور پرہیزگاری اسی میں ہے کہ عورت بغیر ذی محرم کے حج کو نہ جائے۔ لیکن عورتوں کے قافلہ کی صورت میں علمائے دین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (علی محمد سعیدی)

سوال:۔ زید کہتا ہے، عورتوں کا بار بار حج کرنا جائز نہیں۔ عمرو کہتا ہے، جائز ہے کیونکہ

بخاری میں ہے، کہ حرم مبارک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حج کو گئے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ عورت بار بار حج کر سکتی ہے۔؟

جواب:۔ زید کا خیال غلط ہے، جانا جائز ہے، دلیل وہی ہے جو عمرو نے پیش کی ہے۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۲ شوال ۱۳۴۸ھ ۲۴ نومبر ۱۹۲۹ء) (فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲ صفحہ ۵۹۱)

سوال:۔ اگر دو تین عورتیں ملکر بغیر محرم حج کو جاویں تو کیا حکم؟

جواب:۔ بغیر محرم کے عورتوں کے واسطے سفر جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ لَاتُسَافِرُ الْمَرْأَةُ مُسَافَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ[1] ہاں اگر معتبر عورتوں کی جماعت ہو، اور ان پر فتنہ و فساد کا خوف نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ازواج مطہرات حج کے لئے آتی تھیں، اور ان کے ساتھ ان کا کوئی محرم نہ ہوتا تھا، فقط معتبر اشخاص ان کی نگرانی اس رہتے تھے۔ (حررہ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما) (فتاویٰ غزنویہ صفحہ ۱۲۲)

سوال:۔ مسکین آدمی یا عورت اگر بذریعہ سوال لوگوں سے مال لیکر حج کیلئے جاوے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ جائز نہیں۔ (حررہ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما) (فتاویٰ غزنویہ صفحہ ۱۲۳)

سوال:۔ ۱:۔ کیا عورت پر فرضیت حج کے لئے اس کے ساتھ محرم کا ہونا بھی شرط ہے، جیسے زاد و راحلہ یعنی اگر اس کے ساتھ جانے والا شوہر یا محرم موجود نہ ہو تو عورت پر حج فرض ہوگا یا نہیں؟

۲:۔ اگر عورت بغیر محرم کے حج کر آوے تو کیا فرضیت حج ساقط ہو جائیگی، یعنی پھر اگر کبھی محرم اس کے ساتھ جانے والا ہو، اور زاد و راحلہ بھی ہو تو اس پر حج فرض تو نہ ہوگا؟

جواب: ۱:۔ امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت پر فرضیت حج کے لئے شوہر یا محرم کا موجود ہونا زاد و راحلہ کی طرح شرط ہے، بغیر شوہر یا محرم کے وجود کے عورت پر حج فرض نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ بغیر محرم یا شوہر کے حج کو چلی جائے تو امام احمد کے نزدیک یہ حج اس کو کفایت کریگا

ان دونوں اماموں کے نزدیک عورت کے حق میں استطاعت مشروط فی القرآن سے مراد زاد و راحلہ اور محرم کا مجموعہ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتحج امرأة الا ومعها محرم فقال رجل یا نبی اللہ انی اکتتبت فی غزوة کذا وکذا الحدیث اخرجه البزار عن ابن عباس قال الحافظ فی الدرایة واخرجه الدارقطنی بنحوه واسناده صحیح وھو فی الصحیحین من ھذا الوجه بلفظ لاتسافر انتہی ۔ وقال فی الفتح صحح حدیث الدارقطنی ابوعوانة۔ علامہ شوکانی کا میلان اسی قول کی طرف ہے کما لا یخفی علی من طالع النیل امام مالکؒ اور شافعیؒ

---

[1] کوئی عورت ایک دن رات کی مسافت کا سفر اپنے محرم کے بغیر نہ کرے۔ ۱۲

کے نزدیک عورت کے لئے زاد و راحلہ کے ساتھ محرم یا شوہر کی ضرورت تو ہے، لیکن جس عورت کا خاوند یا محرم موجود نہ ہو یا ہو لیکن ساتھ جانے سے انکار کردے یا جانے سے عاجز و معذور ہو تو ایسی عورت دیندار ثقہ عورتوں کی جماعت کے ساتھ جو اپنے اپنے شوہروں یا محرموں کے ساتھ حج کو جارہی ہوں چلی جائے۔

ان دونوں اماموں کے نزدیک ثقہ دیندار عورتوں کی جماعت شوہر یا محرم کے قائم مقام ہوجائیگی، یعنی جس عورت کو زاد و راحلہ پر قدرت ہو، اور محرم یا شوہر موجود نہ ہو، لیکن مومن ثقہ عورتوں کی جماعت عازم حج موجود ہے تو اس پر حج فرض ہوجائیگا۔ غرض کہ ان کے نزدیک عورت پر فرضیت حج کے لئے محرم یا شوہر شرط نہیں ہے۔ کما صرح ابن رشد والنووی وابن قدامۃ والبغوی۔ والدردیر والبرسوقی وعیاض وغیرہم والیہ ذہب ابن حزم اس دوسرے مذہب پر جو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں من شاء الوقوف علیہا فلیراجع المحلی ص۵۰ ج۷، لابن حزم والنیل للشوکانی والمغنی ص۱۹۲ ج۳ لابن قدامۃ والفتح ص۲۳ ج۲ للحافظ وقد اجاب عن بعضہا اصحاب القول الاول واغمضوا عن بعضہا لکونہا عقیمۃ عن الجواب۔

میرے نزدیک دوسرا مذہب راجح ہے، یعنی وہ عورت جو زاد و راحلہ پر قدرت رکھتی ہے تو لیکن اس کا محرم یا خاوند موجود نہ ہو، وہ دیندار متقی عورتوں کے ساتھ جو اپنے شوہروں یا محرموں کی معیت میں حج کو جارہی ہوں، چلی جائے لوقوع اجماع الصحابہ فی عہد عمرؓ علی جواز سفر المرأۃ للحج من غیر زوج او محرم رہ گئی حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث لاتحج امرأۃ الا و معہا محرم تو اولاً یہ حدیث صحاح میں بجائے، ابن لفظ کے لاتسافر امرأۃ کے لفظ کے ساتھ مروی ہے صرف بزار اور دار قطنی کی روایت میں لاتحج کا لفظ وارد ہے، اور اس سند بقول حافظ اگر یہ صحیح ہے، لیکن صحت سند صحت متن کو مستلزم نہیں ہے، اور ثانیاً اگر یہ لفظ لاتحج محفوظ ہو تو اس کو نفلی حج پر محمول کریں گے لتجتمع الروایات

(محدث دہلی ج ۸ ش ۱۰)

عورت کا محرم کے بغیر حج کرنا

زید کے دلائل | زید کہتا ہے، عورت کو محرم کے سوا حج کے لئے جانا جائز نہیں ہے، وہ عموم سفر والی احادیث پیش کرتا ہے، ایک وہ حدیث جو صحابی نے دربار نبوت میں عرض کیا تھا۔

کہ میرا نام فلاں جنگ میں لکھا گیا ہے، اور میری بیوی حج کے لئے تیار ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جاؤ۔ تمہاری جگہ کسی اور کو بھرتی کرلیا جائے گا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حج کا سفر غیر محرم کے ساتھ ناجائز ہے۔

عمرو کے دلائل | عمرو کہتا ہے عورت اکیلی یا عورتوں کے ہمراہ حج کو جاسکتی ہے، اس کے دلائل یہ ہیں۔

دلیل اوّل :۔ بخاری مسلم میں حدیث ہے خثعم قبیلہ کی ایک عورت نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ میرا باپ بہت بوڑھا ہے، میں اُس کی طرف سے حج کروں، تو کیا حج ہو جائے گا۔ فرمایا، ہو جائیگا۔ اس حدیث کے تحت امام نووی نے لکھا ہے۔

عورت محرم کے سوا حج کو جا سکتی ہے۔

دلیل دوم :۔ بخاری شریف میں حدیث ہے، ایک عورت نے خدمت نبویؐ میں عرض کی کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی۔ لیکن وہ نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گئی کیا میں اس کی طرف سے نذر پوری کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں پوری کرو۔

دلیل سوم :۔ بخاری مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ہمراہ ابن عباسؓ کو روانہ کیا کہ تم منٰی میں پہنچ جاؤ۔

دلیل چہارم :۔ بخاری باب حج النساء میں ہے کہ حضرت عمرؓ کی اجازت سے عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف کے ہمراہ حرم مبارک حج کو گئے۔

دلیل پنجم :۔ مسلم شریف میں حدیث ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ کو غلام کے ہمراہ منٰی[ل] میں روانہ فرمایا۔

ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت سفر حج کر سکتی ہے، اکیلی ہو یا عورتوں کے ساتھ امام نوویؒ لکھتے ہیں۔ عطاؒ۔ سعید بن جبیرؒ۔ امام اوزاعیؒ۔ امام شافعیؒ، اور دیگر بہت ائمہؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی جماعت ہو تو جائز ہے کیونکہ ایک دوسری کے ساتھ مل جل کر عورتیں محرم ہو جاتی ہیں۔ اور دل مطمئن ہو جاتا ہے، اور امام مالکؒ نے تو باب ہی باندھا ہے، حج المرأة بغیر ذی محرم (یعنی امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ جس عورت کا خاوند نہیں، اور اس نے حج نہیں کیا، اگر ان کا کوئی محرم نہ ہو یا ہو مگر ساتھ نہ جا سکے تو وہ عورت فریضہ حج ترک نہ کرے، بلکہ دوسری عورتوں کے ساتھ جائے۔ مؤطا امام مالکؒ کیونکہ عورتیں عام ہوں تو قائم مقام محرم کے ہو جاتی ہیں۔ اور ایک دوسری کی محرم بن جاتی ہیں۔

سوال :۔ یہ ہے کہ زید اور عمرو دونوں میں سے حق بجانب کون ہے، مدلل جواب فرمادیں۔ تحقیق مسائل میں آپ کی ہستی پر جماعت کو بحمداللہ فخر ہے۔؟ (عطاء اللہ مولوی فاضل)

جواب :۔ اصول کا قاعدہ ہے، ووقائع الاعیان لا یحتج بہا علی العموم (نیل الاوطار ج ۳)

(یعنی خاص واقعات سے عام استدلال صحیح نہیں ۔ اس بنا پر عمرو کی پہلی دلیل اور دوسری دلیل قابل استدلال نہیں رہیں۔ کیونکہ خاص عورت کا واقعہ ہے، محرم کے عدم ذکر سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہاں فی الواقعہ محرم نہ ہو

[ل] قسطلانی میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے، آپ کے ساتھ دیگر عورتیں بھی تھیں۔ عام عورتیں محرم کے قائم مقام ہو جاتی ہیں۔ ۱۲

اور حقیقت بھی یہی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۲۲۲ میں پہلی حدیث پر لکھا ہے، کہ اس عورت کا باپ ساتھ تھا، اور اس کا یہ کہنا کہ میرا باپ شیخ فانی ہے، اس سے مراد اس کا دادا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے قوی سند کے ساتھ ابو یعلیٰ کی ایک روایت ذکر کی ہے، جس میں تصریح ہے، کہ اس عورت کا باپ ساتھ تھا۔ تیسری حدیث بھی دلیل نہیں، کیونکہ ابن عباسؓ اس وقت نابالغ تھے، اور مزدلفہ سے روانہ فرمایا تھا، مزدلفہ سے منیٰ تقریباً دو میل ہے، یہ مسافت سفر کے لئے کافی نہیں۔ پانچویں دلیل بھی اسی قسم کی ہے،

نیز اپنے غلام سے پردہ نہیں بلکہ حضرت عائشہؓ مطلق غلام سے پردہ کی قائل نہیں، پس یہ محرم کے حکم میں ہو گیا، چوتھی حدیث میں بھی وہی شبہ ہے، جو اول اور دوم میں ہے، اور حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ اجازت دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سال حج کے امیر تھے، زید کے دلائل بھی کمزور ہیں، زید نے پہلی دلیل سفر کی عام احادیث پیش کی ہیں، اور دوسری دلیل حج کی خاص بیان کی ہے، اس دوسری دلیل کے الفاظ یہ ہیں۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یخلون رجل بامرأۃ ولا تسافرن امرأۃ الا ومعہا محرم فقال رجل یا رسول اللہ اکتتبت فی غزوۃ کذا وکذا وخرجت امرأتی حاجۃ قال اذھب فاحجج مع امرأتک متفق علیہ (مشکوٰۃ کتاب المناسک)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو، اور نہ کوئی عورت سفر کرے، مگر اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں فلاں جنگ میں لکھا گیا ہوں اور میری عورت حج کے لئے نکلی ہے، آپ نے فرمایا کہ جا اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔

اس شخص مذکور نے محرم کی خصوصیت نہیں سمجھی کہ ضرور محرم ہی ساتھ ہو۔ بلکہ یہ سمجھا کہ عورت کے تنہا جانے میں فتنہ ہے، اس لئے اپنا ذکر کیا کہ میں فلاں جنگ لکھا گیا ہوں۔ اگر محرم کی خصوصیت سمجھتا تو خود کو ذکر نہ کرتا۔ کیونکہ خود تو خاوند ہے محرم نہیں۔ کیونکہ محرم وہ ہے جس سے ہمیشہ نکاح حرام ہو۔[1] پس جب مقصد اس سے عورت کے فتنہ میں پڑنے کی روک ہے تو جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو عورت سفر کر سکتی ہے، مثلاً قابل اعتماد عورتوں کی جماعت ہو یا اس قسم کے مرد ہوں تو اس کو سفر کی اجازت ہونی چاہیئے[2]

---

[1] اگر کسی قصور کے باعث حرمت ابدی پیدا ہو گئی ہو تو یہ اس سے محرم مستثنیٰ ہے جیسے لعان کرنے والے ہمیشہ ایک دوسرے پر حرام ہیں، مگر محرم نہیں۔ ۱۲۔

[2] جیسا کہ جنگ بدر کے قیدیوں میں سے عمرو بن عاص کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس شرط پر رہا کیا تھا کہ میری بیٹی زینب کو فلاں مقام میں پہنچا دو، حضرت علی اور زید کو حکم دیا کہ میری بیٹی زینب کو اس مقام سے لے آنا چنانچہ وہ جا کر لے آئیں۔

پس زید کی دلیل زید پر اُلٹ گئی، ہاں اگر خاوند کو محرم میں داخل کیا جائے، جیسے بعض نے کہا ہے، چنانچہ مغنی مع الشرح الکبیر جلد ۳ صفحہ ۱۹۲ میں ہے، والمحرم زوجها او من تحرم علیه علی التابید بنسب او سبب مباح کابنها وابیها واخیها من نسب او رضاع وربیبها وراببها۔

یعنی محرم خاوند ہے یا جس پر عورت حرام ہو، حرمت کی وجہ نسب ہو یا کوئی سبب مباح ہو، جیسے اس کا بیٹا، باپ، بھائی نسبی یا رضاعی یا اس کا پچھلگ، یا جس کی یہ پچھلگ ہے تو اس صورت میں زید کی دلیل زید پر نہیں الٹے گی، مگر خاوند کو محرم میں داخل کرنا کمزور ہے، پس زید کی دلیل کی کمزوری بحال رہی۔

جو لوگ محرم کی شرط کے قائل نہیں وہ مندرجہ ذیل دلائل بھی پیش کرتے ہیں:۔

اول:۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔
یعنی لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے، جو اس راستہ کی طاقت رکھے، راستہ کی طاقت کی تفسیر دوسری حدیث میں زاد راہ اور راحلہ۔ سواری کے ساتھ کی ہے، پس اس حکم میں عورت بھی آگئی۔

دوم:۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوشك ان تخرج الضعینة تحج لا جوار معها لا تخاف الا الله عنقریب عورت حج بیت اللہ کے لئے نکلے گی، اس کے ساتھ کوئی نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی یعنی ایسا امن ہو جائے گا کہ عورت اکیلی بے کھٹکا سفر کرے گی۔

سوم:۔ اگر کوئی عورت کفار کے قبضہ میں آجائے، پھر وہ رہائی حاصل کرے تو وہ بالاتفاق اکیلی سفر کر سکتی ہے، پس معلوم ہوا کہ محرم شرط نہیں ہے، یہ تین دلائل وہ مزید پیش کرتے ہیں، مگر یہ بھی کمزور ہیں۔ اول اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ نہ محرم کی ضرورت ہے، اور نہ قابل اعتماد جماعت کی حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں، دوم اس لئے کہ اس میں امن کی پیشگوئی ہے، جائز ناجائز بتلانا مقصود نہیں۔ سوم اس لئے کہ یہ مجبوری کا سفر ہے، کیونکہ دار الکفر میں تو وہ رہ نہیں سکتی۔ ورنہ پھر کفار قید کر لیں گے، اور حج کا سفر تو وہ اپنے اختیار سے کرتی ہے، اس میں کوئی مجبوری نہیں، پس اس کا قیاس اس پر صحیح نہیں، یہ تینوں دلائل اور ان پر جرح مغنی ابن قدامہ مع الشرح الکبیر جلد ۳ میں مذکور ہے۔ اور جو محرم کی شرط کرتے ہیں، اُن کی ایک دلیل مغنی مع الشرح الکبیر میں ابن عباس کی یہ حدیث بھی لکھی ہے، جو دارقطنی[1] میں ہے، لا تحج امرأة الا معها ذو محرم یعنی کوئی عورت محرم کے بغیر سفر حج نہ کرے، لیکن اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ جب مقصود اس سے عورت کے فتنہ میں پڑنے کی روک تھام ہے تو قابل اعتماد جماعت کے ساتھ ہونے کے وقت اجازت ہونی چاہیئے۔ ہاں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ صرف فتنہ کی روک تھام مقصود نہیں، بلکہ یہ مقصود ہے کہ عورت کمزور جنس ہے، سواری پر اُترنے چڑھنے کے وقت

[1] دارقطنی مطبع فاروقی دہلی صفحہ ۲۵۷۔

اکثر سہارے کی محتاج ہوتی ہے، خاص کر بیمار ہوجائے، جو عموماً لمبے سفر کا لازمہ ہے، تو پھر اٹھانا بٹھانا، کپڑا لینا دینا حاجت روائی وغیرہ محرم یا خاوند ہی کا کام ہے، بے گانہ مرد کے لئے مشکل ہے، اور ہر وقت ایسی ہمدردی عورتوں سے میسر آنا مشکل ہے۔ بسا اوقات اپنی اپنی ضرورتوں کے تحت قافلے آپس میں جدا ہوجاتے ہیں، عورتیں اپنے مردوں کے تابع ہوتی ہیں۔ اس لئے کون ٹھہر سکتا ہے، اور کون اس کی حفاظت و نگرانی کر سکتا ہے، اس لئے اپنا خاص محرم یا خاوند ساتھ ہونا چاہیئے۔ مگر یہ وجہ کچھ کمزور ہے، کیونکہ ایسا اتفاق بہت کم پڑتا ہے، کہ قابل اعتماد جماعت گھر سے ساتھ چلے۔ پھر بیماری کے وقت کوئی مناسب انتظام نہ کرے، پس اصل مقصد حدیث کا فتنہ کی روک ہے، اور اگر بالفرض اس کمزور وجہ کا کچھ لحاظ کیا جائے تو بوجہ کمزور ہونے کے زیادہ سے زیادہ اس سے احتیاط ثابت ہو سکتا ہے، نہ کہ وجوب۔ یعنی احتیاطاً اول غیر خاوند یا محرم کا ہے، اگر یہ نہ ہوں تو پھر قابلِ اعتماد جماعت ہونی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ خاوند یا محرم نہ ہو تو عورت حج ہی سے محروم ہوجائے۔

خلاصہ۔ یہ کہ ایک لحاظ سے زید کے خیال کو کچھ قوت ملتی ہے، وہ یہ کہ جب خاوند یا محرم ہو تو وہی ساتھ جائے تاکہ ظاہر حدیث پر عمل ہوجائے اور کسی قسم کا کھٹکا نہ رہے، کیونکہ مسلم[1] کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں، لایحل لامرأۃ تومن باللہ والیوم الاخران تسافر سفرا یکون ثلاثۃ ایام فصاعدا الا ومعھا ابوھا او ابنھا او زوجھا او ذو محرم منھا (مسلم) یعنی کوئی عورت جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لئے تین دن یا زیادہ سفر حلال نہیں تاوقتیکہ اس کے ساتھ اس کا باپ یا خاوند یا محرم نہ ہو۔

اس حدیث کا ظاہر زید کے مذہب کو تو تقویت دیتا ہے، کیونکہ اس میں خاوند کا بھی ذکر ہے، اور خاوند یا محرم نہ ہوں۔ یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے اس کا جانا مشکل ہو، جیسے بیمار وغیرہ تو پھر اصل مقصد حدیث پر نظر رکھتے ہوئے عمرو کے خیال پر عمل کرنا چاہیئے۔ یعنی بعض قابلِ اعتماد جماعت کے ساتھ جائے، اگر قابل اعتماد جماعت نہ ملے، تو پھر عورت بالکل نہ جائے، نہ اس پر حج فرض ہے، کیونکہ اس صورت میں سراسر حدیث کی مخالفت لازم آتی ہے، نہ تو ظاہر حدیث پر عمل ہوا، نہ اس کے اصل مقصد کی پرواہ ہوئی۔ پس زید کا مطلق یہ کہنا کہ خاوند یا محرم کے بغیر عورت حج کر ہی نہیں سکتی یا بالکل نہ کرے، یہ بھی ٹھیک نہیں، اور عمرو کا اکیلی کا فتویٰ دینا۔ یہ بھی ٹھیک نہیں، بلکہ ہر ایک کے قول کا کچھ حصہ ٹھیک ہے، اور کچھ ٹھیک نہیں۔ مسلم کی حدیث مذکور کا ظاہر تو یہ چاہتا ہے۔ خاوند یا محرم ساتھ ہو۔ پس جب یہ موجود ہوں، اور ساتھ جا سکیں تو انہی کو ساتھ لے جائے، اور متفق علیہ حدیث جو مشکوٰۃ کے حوالہ سے گزر چکی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد فتنہ کی روک ہے، کیونکہ اس

[1] مذکورہ حدیث مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۴۳۴ کتاب الحج میں ہے، مگر اس میں زوجہا کے بعد لفظ اخوہا کا بھی ہے۔ (مرتب)

حدیث میں خاوند کا ذکر نہیں بصرف محرم کا ذکر ہے، مگر باوجود اس کے صحابیؓ نے اس سے محرم کی خصوصیت نہیں سمجھی، اس لئے خود کو پیش کیا، حالانکہ خود خاوند نہ تھا، تو گویا اصل مقصد فتنہ کی روک ہوا، پس اس کا لحاظ کرتے ہوئے جب خاوند یا محرم نہ ہوں تو قابلِ اعتماد جماعت کافی ہے، بہر صورت ان دو حالتوں میں عورت کو حج کرنا چاہیئے ان کے علاوہ تیسری حالت میں یعنی اکیلی حج نہ کرے، رہی یہ بات کہ اس تیسری حالت میں اگر عورت حج کرے تو اس کا فرض ادا ہو گا یا نہیں۔ تو جہاں تک مجھے علم ہے، سب متفق ہیں کہ اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا، اس پر اور حج فرض نہیں۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی جامع قدس لاہور ۱۶ / شعبان ۱۳۸۰ھ ۲ / فروری ۱۹۶۱ء)

(فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد ۲ صفحہ ۵۸۰)

سوال:۔ (۱) کیا عورت پر فرضیت حج کے لئے اس کے ساتھ محرم کا ہونا بھی شرط ہے، جیسے زاد وراحلہ یعنی اگر اس کے ساتھ جانیوالا شوہر یا محرم موجود نہ ہو تو عورت پر حج فرض ہو گا یا نہیں؟

(۲)۔ اگر عورت بغیر محرم کے حج کر آوے تو کیا فرضیت حج ساقط ہو جائے گی، یعنی پھر کبھی محرم اس کے ساتھ جانے والا ہو، اور زاد وراحلہ بھی ہو تو اس پر حج فرض تو نہ ہو گا۔ ایک سائل، از مسلمانان چک ۲۴۹ لائلپور۔

جواب:۔ امام احمد اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورت پر فرضیت حج کے لئے شوہر یا محرم کا موجود ہونا زاد و راحلہ کی طرح شرط ہے، بغیر محرم اور شوہر کے حج کو چلی جائے تو امام احمد کے نزدیک یہ حج اس کو کفایت کر جائیگا قال فی الروض المربع وان حجت بدون محرم اجزء انتہی۔ ان دونوں اماموں کے نزدیک عورت کے حق میں استطاعت مشرط فی القرآن سے مراد زاد وراحلہ اور محرم کا مجموعہ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تحج امرأة الا معها محرم فقال رجل یا نبی اللہ انی اکتتبت فی غزوة کذا وکذا۔ الحدیث اخرجہ البزار عن ابن عباسؓ قال الحافظ فی الدرایة واخرجہ الدارقطنی بنحوہ واسنادہ صحیح وھو فی الصحیحین من ھذا الوجہ بلفظ الاسافر انتہی وقال فی الفتح صح حدیث الدارقطنی ابو عوانہ علامہ شوکانیؒ کا میلان اسی قول کی طرف ہے کما لا یخفی علی من طالع النیل اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک عورت کے لئے زاد وراحلہ کے ساتھ محرم یا شوہر کی ضرورت تو ہے، لیکن جس عورت کا خاوند یا محرم موجود نہ ہو، یا ہو لیکن ساتھ جانے سے انکار کر دے یا جانے سے عاجز و معذور ہو تو ایسی عورت دیندار ثقہ عورتوں کی جماعت کے ساتھ جو اپنے شوہروں یا محرموں کے ساتھ حج کو جا رہی ہوں، چلی جائے، ان دونوں اماموں کے نزدیک ثقہ دیندار عورتوں کی جماعت شوہر یا محرم کے قائم مقام ہو جائے گی، یعنی جس عورت کو زاد وراحلہ پر قدرت ہو اور محرم یا شوہر موجود نہ ہو لیکن مومن ثقہ عورتوں کی جماعت عازم حج موجود ہے تو اس پر حج فرض ہو جائے گا، غرض یہ کہ ان کے نزدیک عورت فرضیت حج کے لئے محرم یا شوہر

شرط نہیں کما صرح بہ ابن رشد والنووی وابن قدامۃ والبغوی وعیاض وغیرھم والیہ ذھب ابن حزم۔ اس دوسرے مذہب پر تو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں، من شاء الوقوف علیہا فلیراجع المحلیٰ لابن حزم ص۵۶ ج ۷، والنیل للشوکانی والمغنی لابن قدامۃ ص۹۲ ج ۳ والفتح للحافظ وقد اجاب عن بعضہا اصحاب قول الاول واغمضوا عن بعضہا لکونہا عقیمۃ عن الجواب۔

دلائل کی رو سے دوسرا مذہب راجح ہے۔ یعنی وہ عورت جو زاد و راحلہ پہ قدرت رکھتی ہو، لیکن اس کا محرم یا خاوند موجود نہ ہو، وہ دیندار متقی عورتوں کے ساتھ جو اپنے شوہروں یا محرموں کی معیت میں حج کو جارہی ہوں چلی جائے، لوقوع اجماع الصحابۃ فی عہد عمر علی جواز سفر المرأۃ للحج من غیر زوج ومحرم رہ گئی، حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث لا تحج امرأۃ الا ومعہا محرم۔ تو اولاً یہ حدیث صحاح میں بجائے اس لفظ کے لاتسافر امرأۃ کے لفظ کے ساتھ مروی ہے، صرف بزار اور دار قطنی کی روایت میں لا تحج کا لفظ وارد ہے، اور اس کی سند بقول حافظ اگرچہ صحیح ہے لیکن صحت سند صحت متن کو مستلزم نہیں ہے، اور ثانیاً اگر یہ لفظ لا تحج محفوظ ہو تو اس کو نفلی حج پہ محمول کریں گے

۲:۔ دوسرے سوال کا جواب بھی اسی میں آگیا ہے۔　　(اخبار الاعتصام جلد ۲۴ ش ص۳)

نابالغی میں حج فرض

سوال:۔ زید اپنے کم عمر لڑکے کو برائے حج اپنے ہمراہ لے گیا تھا، ہنوز وہ لڑکا نابالغ تھا، اس کا حج فرض ادا ہوا یا نہیں۔ اب وہ لڑکا جوان ہوگیا، مالدار بھی ہے، دوبارہ حج فرض ادا کرے یا نہیں

جواب:۔ نابالغ پہ حج فرض نہیں قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حج مستطیع۔ صاحب طاقت پر فرض ہے، مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا اس لیے نابالغ کے حج سے مفروضہ حج ادا نہیں ہوگا۔ اللہ اعلم ۲۲ رجون ۱۹۳۳ء

تعاقب بر فتویٰ ۲۲ رجون ۱۹۳۳ء

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت ایک لڑکے کے متعلق دریافت کرتی ہے، ھل لہذا حج قال نعم ولك اجر۔ اگر بقول آپ کے اور آیت شریفہ کے اس حج سے مفروضہ حج نہیں تھا تو پھر نفل کیسی۔

(محمد یحیٰی موضع کالیکاپور رنگپوری)

جواب:۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حج کا ثواب ہو گا، جیسے نفل نماز کا اس سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ انکار اس سے ہے کہ بعد حج بالغ متمول ہو جائے، تو حج اس پہ فرض رہے گا۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ

حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۰۰ طبع دہلی ۱۳۷۲ھ)

سوال:۔ جو مسلمان مالدار صاحب نصاب اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے، اور طاقت کے باوجود حج بیت اللہ کو نہ جائے، تو کیا وہ مرتے دم یہودی یا نصرانی ہو کر مرے گا۔ (عبدالرؤف)

جواب:۔ حدیث شریف میں یوں آیا ہے، جو شخص باوجود فرض ہونے وسعت رکھنے اور مانع نہ ہونے کے حج نہ کرے، وہ چاہے، یہودی ہو کر مرے یا عیسائی۔ یہ خبر نہیں کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو کر مرے گا، بلکہ ایک قسم کی ناراضگی ہے، زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ علاوہ ہے، جس کی بابت قرآن مجید فیصلہ کر رہا ہے یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ الآیۃ یعنی جو لوگ مال جمع کرتے ہیں، اور زکوٰۃ نہیں دیتے، ان کا مال تپا کر ان کو داغ دیا جائے گا۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۰۰ طبع ہند ۱۳۷۲ھ)

سوال:۔ حج کی کامل استطاعت رکھتے ہوئے حج نہ کرنے والے کے لئے جو وعید احادیث شریف میں وارد ہوئی ہے، اس کی کیا صورت ہے؟

جواب:۔ احادیث میں یوں آیا ہے کہ جو کوئی حج کی طاقت رکھے، اور نہ کرے، اس کے حق میں برابر ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی مگر اس مضمون کی حدیث صحیح نہیں (مشکوٰۃ باب المناسک)۔

شرفیہ:۔ لیکن اس اثر سے قوت ہوتی، عن عمر عند سعید بن منصور والبیہقی فی سننہما باسناد صحیح قال لقد هممت ان ابعث رجالا الی هذه الامصار فینظروا کل من کان له جدة ولم یحج فیضربوا علیهم الجزیة ما هم بمسلمین ما هم بمسلمین انتهی تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۱۵۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی) (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۰۰ طبع دہلی ۱۳۷۲ھ)

مالدار لڑکا نابالغ حج نہ کرے تو کیا حکم ہے

سوال:۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اگر کوئی لڑکا دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھے تو اس کو مارنے کا حکم ہے، ایسا ہی اگر کوئی لڑکا دس برس کی عمر کا جو صاحب مال ہے، عمداً حج کو ترک کرے، تو اس کو کیا کریں؟ (محمد یحییٰ)

جواب:۔ نماز نہ پڑھنے پر مارنے کا حکم آیا ہے، حج کے متعلق یہ نہیں آیا، اس لئے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ دس سال کے بچے کو حج نہ کرنے پر مارنا چاہیئے، بحالیکہ حج نہ کرنے پر بڑے کو بھی مارنے کا حکم نہیں ہے۔ اللہ اعلم۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۰۱ طبع دہلی ۱۳۷۲ھ)

---

[1] یہ حدیث شریف دارمی کے حوالہ سے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۲ میں ہے۔ (مرتب)

سوال:- ایک شخص کو روزانہ بلاناغہ احتلام ہوتا ہے، وہ حج کر سکتا ہے، یا نہیں؟ حالت احرام میں اسے شرعاً کیا کرنا چاہیئے؟

جواب:- کثرت احتلام کا عارضہ حیض کے حکم میں ہے اس لئے حضرت عائشہؓ کی حدیث کے مطابق حاجی عمل کر سکتا ہے، حرم میں جانے کے وقت نہالے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص۵۱۱)

سوال:- حاجی کو رخصت کرتے وقت لوگ انبوہ در انبوہ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے جاتے ہیں، اور یہی حالت استقبال کے وقت ہوتی ہے، کیا یہ نمائش شرعاً جائز ہے؟

جواب:- حدیث میں آیا ہے کہ بعض دفعہ خوشی کے موقع پر صحابہؓ تکبیر پڑھا کرتے تھے، حج کو جانا۔ واپس آنا مقام مسرت ہے اسلئے تکبیر پڑھنا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص۵۱۱)

سوال:- دو یا تین شخص حج کرنے کی نیت رکھتے ہیں، لیکن اتنا سرمایہ نہیں کہ وہ حج کو جا سکیں حج جانے کی صورت کا یہ مشورہ کیا ہے کہ ہر شخص کسی امانت یا کسی محفوظ جگہ پر ہر ماہ برابر کا روپیہ جمع کرتے جائیں، جب ایک شخص کے حج کے خرچ کا روپیہ جمع ہو جائے، تو قرعہ ڈال کر جس کا نام نکلے وہ سب کا روپیہ جمع کیا ہوا لے کر حج کو چلا جائے، پھر اسی طرح سب روپیہ جمع کرتے چلے جائیں۔ اسی طرح جائز ہوگا یا نہ؟ (محمد حسین شاہ جہاں پور)

جواب:- یہ صورت جائز ہے، بشرطیکہ اس عرصہ میں مر جانے والا اپنی واجبی شرکت کے لئے وصیت کر جائے یا مال اتنا چھوڑ جائے، جو بمعہ قرض ادا کیا جائے، اور اگر آپس میں ایک دوسرے کو معافی کا وعدہ ہے، تو وہ وعدہ معتبر رہے گا۔ اللہ اعلم۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص۵۱۲)

سوال:- غریب لڑکے کا باپ اپنے لڑکے سے روپیہ لیکر حج کر سکتا ہے یا نہیں، اور حج کا ثواب کس کو ملے گا، باپ کو یا بیٹے کو؟

جواب:- باپ بیٹے دونوں کو ثواب ملے گا۔ باپ کو روپیہ دینے کا۔ بیٹے کو حج کرنیکا۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص۵۰۹ طبع دہلی ۱۳۷۲ھ)

سوال:- اکثر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ فلاں کام کرنے سے سو حج یا سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے، تو اس کام کے کرنے سے آدمی حج سے بچ سکتا ہے، اور ۹۹ حج کا ثواب دوسروں کو بخش سکتا ہے؟

جواب:- اس قسم کی روایات جو صحیح ہیں، ان کا مطلب یہ ہے، کہ ثواب اتنا ملیگا، یہ مطلب نہیں کہ فریضۂ حج اس سے ساقط ہو جائے گا، جیسے ایک روایت میں ہے، سورہ قل ہو اللہ احد ثلث قرآن پڑھنے کے برابر ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ تلاوت قرآن کی ضرورت نہیں قائم مقامی اور چیز ہے، اور اصل چیز اور۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص۵۰۹ طبع دہلی ۱۳۷۲ھ)

فلم خانۂ خدا دیکھنا کیسا ہے

سوال:۔ فلم خانۂ خدا جس میں حج کے مناسک کی ریلنگ کی گئی ہے، اور وہ سارا نقشہ دکھایا جاتا ہے، جس میں عورتوں اور مردوں کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں، از روئے شریعت مطہرہ اس کا دیکھنا جائز ہے؟۔

جواب:۔ فلم خانۂ خدا بنانا اور دیکھنا حرام ہے، تفصیل کے لئے تنظیم اہلحدیث مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۶۸ء مطالعہ فرماویں۔ (عبدالقادر روپڑی) (تنظیم اہلحدیث جلد ۲۱ ش ۲۶)

فلم خانۂ خدا
شرعی مصالح کی روشنی میں

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ آج کل ملک کے مختلف شہروں میں ایک فلم بنام خانۂ خدا سینما گھروں کے اندر دکھائی جا رہی ہے، جس میں شعائر و ارکان حج طواف و زیارت سعی اور رمی۔ کو دکھایا گیا ہے، حجاج میں عورتوں کی تصویریں بھی نظر آتی ہیں، کیا یہ فلم دیکھنا جائز ہے، بعض لوگ یہ کہتے ہیں، کہ یہ فلم محض پرچھائیں ہے، لہٰذا فوٹو کی حرمت کا حکم اس پر لاگو نہ ہوگا، کیا یہ صحیح ہے، اسی طرح بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ اس فلم کا فائدہ یہ ہے کہ حجاج کو ارکان حج ادا کرتے ہوئے دیکھ کر ضروریات و ارکان حج کا علم حاصل ہوتا ہے، تو کیا اس فائدہ کی وجہ سے اس فلم کا دیکھنا جائز ہوگا۔ جواز و عدم جواز کے حکم مدلل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب بعونہ سبحانہ و تعالیٰ۔ فلم کو محض پرچھائیں کہہ کر فوٹو کی حرمت سے اس کو بچانے کی کوشش مسعود باصرار نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تو واضح ہے کہ فلم کی ریل یعنی نیگیٹو ہی اصل فوٹو ہے، پازیٹو تو اس اصل کی پرنٹ شدہ کاپی ہوتی ہے، البتہ پردہ پر جو تصویر آتی ہے، وہ ثابت اور مستمر نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اصل فوٹو کا عکس کہا جا سکتا ہے، مگر اس کا حکم وہی ہوگا جو اصل فوٹو کا ہے، چونکہ یہ عکس نیگیٹو کا ہی ثمرہ اور فرع ہے لہٰذا فوٹو کا ہی حکم اس پر متفرع ہوگا، جیسے اجنبی عورت کو قصداً بلا وجہ شرعی دیکھنا حرام۔ ہے تو آئینہ کے اندر اس کا عکس دیکھنا بھی حرام ہے۔

فلم خانۂ خدا کے سینما گھروں کے اندر دکھانے میں جتنا غور کیا جائے اتنی ہی خرابیاں واضح ہوتی ہیں، اس کے ناجائز ہونے کے مختلف پہلو ہیں، بیت اللہ کی عمارت کے نظارہ سے جو کیفیت اور احساس عظمت و تقدیس نمایاں ہوتا ہے، اور اس میں جو جذب و کشش ہے، وہ اسی مخصوص جگہ کا خاصہ ہے نہ کہ عمارت کی اینٹ و پتھر کی ذات کا وہاں کے اینٹ و پتھر باعظمت ہیں، تو یہ بھی اسی مقدس مقام کی تقدیس کا ثمرہ ہے، لہٰذا اس نظارہ کو اگر اس جگہ سے منفک کیا جائے تو اس کے اندر وہ حقیقت کہاں ہوگی، جب کہ اس حقیقت و کیفیت کا یہ

خاصہ ہے کہ جس قدر اس کی زیارت کا شرف حاصل ہو، اسی قدر شوق دیدار میں اضافہ ہوتا ہے، اور جہاں وہ حقیقت نہ ہو، وہاں یہ خاصہ بھی نہیں ہوتا۔ پھر ایک مومنانہ قلب و نظر اس بات کو کیسے گوارہ کرے، جن فریموں اور چوکھٹوں پر کل تک عریاں اور شرمناک تصویریں لگ چکی ہیں، اور کل کو پھر لگیں گی، وہاں آج مقدس بیت اللہ کا فوٹو برائے نظارہ چسپاں ہے، دور بین نگاہیں تو اس بات کا بھی پتہ دے رہی ہیں کہ جن لوگوں نے اب تک سینما کی طرف رخ بھی نہیں کیا تھا، وہ فلم خانۂ خدا کو دیکھنے کے لئے عظمت و تدین کے احساس کے ساتھ سینما گھر جارہے ہیں، اور شیطان کھڑا ہنس رہا ہے، اور اپنی کارکردگی پر خوش ہو کر اطمینان کا سانس لے رہا ہے، کیونکہ پھر کل کو اسلامی تاریخ سے متعلق کوئی فلم چلیگی تو اس کو دیکھنے کیلئے جانا ہوگا، اور پرسوں سے ہر قسم کی فلم دیکھنے کے لئے راستہ ہموار ہوگا۔ یہی مقصد ہے، شیطان کا جو انسان کا ازلی دشمن ہے۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سینما گھروں میں اس فلم کا دیکھنا نہ عبادت ہے، اور نہ شرعاً مطلوب اور نہ طبعی ضرورت کا تقاضا۔ تو پھر لہو و لعب ہی ہوا، اور دینی شعائر دین کو لہو و لعب بنانے والوں کا معتوب و مغضوب ہونا قرآن کریم میں مصرح ہے، پھر دینی شرائع و عبادت خداوندی کے ساتھ لہو و لعب کا معاملہ کرنا اس کا استہزاء جس کی ممانعت بھی کتاب اللہ میں مصرح ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا الآیۃ اور وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اٰیٰتِ هُزُوًا القرآن اور اگر بالفرض اس نوعیت کو لہو و لعب نہ قرار دیتے ہوئے اس کا کوئی فائدہ بھی تلاش کر لیا جائے، جیسے تعلیم تب بھی ان مفاسد کی بنا پر ناجائز ہے، کہ عبادت کے لئے اس چیز کو ذریعہ بنایا گیا، جو کہ آلۂ لہو و لعب اور محرمات کی تشہیر کا معروف و مروج ذریعہ ہے، یعنی فلم اس لئے اس نسبت سے بھی یہ طریقہ قطعاً مذموم ہے، کیونکہ فقہاء کرام باجے اور بانسری پر قرآن کریم کی تلاوت یا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعت پڑھنے کو کفر فرما رہے ہیں، کیونکہ تلاوت قرآن اور نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرام چیز بانسری اور باجے کے ساتھ وابستہ و متعلق کر دیا ہے، جس میں یقیناً قرآن حکیم اور نعت رسول کی بے حرمتی ہے، شرح فقہ اکبر صـ۲۰۵ میں ہے:۔ وفی الخلاصۃ من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر قلت ویقرب منہ ضرب الدف والقضیب مع ذکر اللہ تعالیٰ ونعت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وکذا علا الذکر۔ پھر ظاہر ہے کہ بذریعہ فلم معمولات حج کا دکھانا اصل حج تو نہیں ہے، لہٰذا نقل کیا جا سکے گا، اور اس کا حکم اس جزئیہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے، کہ وقوف عرفات کی نقل اتارنے کو فقہاء مکروہ لکھ رہے ہیں:۔ والتعریف وھو التشبہ بالوقفین بعرفات لیس بشیء معتبر فلا یستحب بل یکرہ فی الصحیح مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی صـ۲۹۲ ۔ جب عرفات کی محض نقل مکروہ ہے، اور فلم خانۂ خدا کو نقل کیا جائے، تب بھی مذکورہ مفاسد کی وجہ سے مکروہ ہی نہیں، بلکہ ناجائز ہوگی۔ (تنظیم اہلحدیث جلد ۲۱ ش ۱ بحوالہ ماہنامہ دار العلوم دیوبند) (مئی ۱۹۶۹ء)

توضیح:۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتوں کو ڈھایا تھا، کہ اللہ کا گھر۔ بت خانہ نہ بنے، مگر یار لوگوں کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اب انہوں نے پورے خانہ خدا کو۔ بت خانہ (سینما گھر) میں لا بسایا ہے، دراصل یہ لوگ خدا کا نام لے کر۔ خانہ خدا۔ کا کاروبار کرنا چاہتے ہیں، ہمیں یقین ہے، اگر چند سے یہی حال رہا تو ہو سکتا ہے، کہ یہ مسخرے کل قوم سے یہ بھی مطالبہ کر ڈالیں کہ مسجد میں اگر فلم دکھائی جائے تو آخر کیا حرج ہے، جب خانہ خدا سینما گھروں میں آسکتا ہے، تو سینما گھر خانہ خدا میں کیوں نہیں جا سکتا۔ بہر حال یہ بہت بری رسم چل پڑی ہے، ابھی سے اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو پھر بڑی مشکل بن جائے گی۔ (سعیدی)

حج فلم کا کیا حکم ہے

سوال:۔ مذہبی فلم مثلاً حج مکہ شریف جب تیار ہوئی تو کیا اس میں کوئی بات باعث توہین مذہب ہوتی ہوگی، اگر مسلمان یہ فلم دیکھیں یا اس میں اعانت کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ فلم حج مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ تصویروں کا رواج دنیا خلاف شرع ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصوروں کو بہت برا کہا ہے، ہر مسلمان کو ایسی لغویات سے بچنا چاہیئے قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص۵۱۲)

توضیح:۔ حج کا فلم بنانا۔ بنوانا۔ دیکھنا۔ دکھلانا۔ مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔

ملخص المعلن سید احمد لکھنوی۔ مفتی تکمیل العلوم رامپور (نور توحید لکھنؤ ج ۱ تا ۷ ص۱۰)

وصیت حج

سوال:۔ اگر کوئی آدمی بوقت نزع اپنا مال مسجد پر لگانے کے لئے وصیت کر گیا ہو۔ اور اس مال کو اگر مسکین آدمی یا عورت جس کے پاس امانت ہو ئے، یا دیگر شخص ویسا ہی مسکین حج پر خرچ کر لیوے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ جائز نہیں کیونکہ وہ وصیت واسطے وقف کے ہے، اور اس میں تملیک ہے۔

(حررہ عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما) (فتاویٰ غزنویہ ص۱۲۳)

توضیح الکلام:۔ دوسرے اس میں جائز وصیت کی تبدیلی بھی ہے، اور جائز وصیت کو بدلنا گناہ ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَمَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَهٗ۔ پ۲

(راقم علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال ۱۳۹۶ھ)

حج کی وصیت

سوال:۔ میرا بھائی فوت ہونے لگا، اس نے تین صد روپیہ مجھے دیا کہ میری طرف سے تم نے حج کرنا، وہ روپیہ میں نے اپنے پاس رکھ لیا، کہ وقت پہ جاکر حج کراؤں گا، اسی اثنا میں ایک شخص دو ہزار روپیہ مجھ سے ٹھگ کرے گیا۔ بھائی کا دیا ہوا روپیہ بھی اس میں شامل تھا، اب میرے پاس سوائے سات ایکڑ زمین کے اور کوئی جائداد نہیں ہے، اس میں سرکاری معاملہ واخراجات خانہ داری میرے ذمہ ہے، اب عرض یہ ہے کہ اگر کسی حاجی کو کچھ روپیہ دے دیئے جائیں کہ وہ میرے بھائی کی طرف سے حج کرآئے، کہ وہ وہاں جاکر میرے بھائی کا حج کرادیں تو اس طرح ادا ہو سکتا ہے، یا نہیں۔ باقی روپیہ میرے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا، یا میں خود جاکر اپنے بھائی کا حج کروں، مالی حالت تو آپ کو معلوم ہوگئی، بدنی حالت یہ ہے، کہ عمر رسیدہ ہوں چلنے کی طاقت نہیں ہے، بلکہ جہاز کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتا؟ (مولوی عبدالحق چک ۲۳ بہاولپور)

جواب:۔ سوال کی صورت میں اگر بھائی نے حج کے علاوہ بطور قرض روپیہ برتنے کی اجازت دی تھی، تو پھر یہ قرض ہوگیا۔ اور قرض دینا پڑتا ہے، خواہ اپنے گھر کی اشیاء فروخت کرکے دے، کیونکہ وہ ذمہ ہے اگر بھائی کی اجازت کے بغیر برت لیا ہے، تو یہ غصب ہے، اور غصب کی صورت میں بھی شئے دینی پڑتی ہے غرض ٹھگ کے ہاتھ روپیہ بھی گیا، جب برتنے کا قصد ہوا، ورنہ ٹھگ کے ہاتھ میں نہ جاتا۔ پس یہ روپیہ ہر صورت میں بھرنا پڑے گا، کیونکہ یہ ایک قسم کی امانت ہے، اور امانت کے ادا کرنے کی تاکید ہے، جیسے آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ۔ میں تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے غرض اس بوجھ سے حتی الوسع بہت جلد سبکدوش ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور حج کا مسئلہ سو وہ معلوم ہے، جب انسان کے ذمہ حج فرض ہوجاتا ہے، تو اس کو حکم ہے کہ خود کرے، اگر خود نہیں کرسکتا تو اس کی طرف سے دوسرا کرے مشکوٰۃ کتاب المناسک میں حدیث ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ میرے باپ کو فریضہ حج نے بڑھاپے کی حالت میں پایا ہے، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں، فرمایا ہاں۔[1] ایک اور حدیث میں ہے[2] ایک شخص رسول اللہ

---

[1] اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں ان امرأۃ من خثعم قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فریضۃ اللہ علی عبادہ فی الحج ادرکت ابی شیخا کبیرا لا یثبت علی الراحلۃ افاحج عنہ قال نعم وذلک فی حجۃ الوداع متفق علیہ۔ (مرتب)

[2] اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں قال اتی رجل النبیﷺ فقال ان اختی نذرت ان تحج وانہا ماتت فقال النبیﷺ لو کان علیہا دین اکنت قاضیہ قال نعم قال فاقض دین اللہ فہو احق بالقضاء۔ متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۲۲۱

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، کہا میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی، وہ مرگئی، فرمایا اگر اس کے ذمہ قرض ہوتا تو ادا کرتا، کہا ہاں، فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض اس کے زیادہ لائق ہے۔

مرنے والے بھائی کی طرف سے حج فرض ہوگیا۔ اگر زندہ بھائی ایسا کمزور ہے کہ اگر اسے اپنا حج کرنا پڑتا تو اس کی بھی طاقت نہ رکھتا تو اس صورت میں کسی دوسرے کو روپیہ دے دے تاکہ وہ حج کرائے، مگر وہ شخص ایسا ہونا چاہیے جس نے پہلے اپنا حج کیا ہو۔ کیونکہ دوسرے کی طرف سے وہ ہی حج کر سکتا ہے، جو اپنے فرض سے فارغ ہو چکا ہو۔

آجکل تین سو روپیہ میں حج تو ہو جاتا ہے، لیکن ذرا تکلیف ہوتی ہے، اگر کوئی باعتبار آدمی جو پہلے حج کر چکا ہو، تین سو روپیہ میں حج کو جانا منظور نہ کرے، تو پھر یہ روپیہ جہاد میں صرف کئے جائیں، کیونکہ حج کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد فرمایا ہے، جیسے مشکوٰۃ کتاب المناسک[1] میں ہے، کہ عورتوں پر جہاد ہے جس میں لڑائی نہیں حج اور عمرہ۔ اس لئے کوئی شئے جہاد میں وقف کی جائے، تو وہ حج میں صرف ہو سکتی ہے، جیسے ابوداؤد میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا، ایک عورت نے اپنے خاوند کو کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرائے۔ خاوند نے کہا کہ میرے پاس سواری نہیں جس پر تجھے سواری کراؤں، عورت نے کہا اپنے فلاں اونٹ پہ حج کرا۔ خاوند نے جواب دیا کہ وہ فی سبیل اللہ و جہاد میں وقف ہے، پھر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے فارغ ہونے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور یہ قصہ سنایا، آپ نے فرمایا اگر تو اس اونٹ پہ حج کراتا تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہوتا، سو اب عورت رمضان میں عمرہ کرے یہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حج اور جہاد کو آپس میں بڑی مناسبت ہے، پس حج کا روپیہ جہاد میں صرف ہو سکتا ہے، اگر جہاد کا بھی موقع نہ ہو تو پھر کسی درس میں دیئے جائیں، کیونکہ درس و تدریس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمنزلہ جہاد کے فرمایا ہے، جیسے مشکوٰۃ باب المساجد[2] میں حدیث ہے کہ جو میری اس مسجد میں صرف خیر سیکھنے سکھانے کے لئے آئے وہ بمنزلہ مجاہد فی سبیل اللہ کے ہے۔ درس کے بعد زیادہ عبادت کرنے والے بھی اس روپیہ کا مصرف ہو سکتے ہیں، جو رات کو قیام کرتے ہیں، اور دن کو روزہ رکھتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہد کو

---

[1] اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن عائشۃؓ قالت قلت یا رسول اللہ علی النساء جہاد قال نعم علیہن جہاد لا قتال فیہ الحج والعمرۃ رواہ ابن ماجۃ مشکوٰۃ ص۲۲۲ مرتب۔

[2] یہ حدیث مشکوٰۃ ص۶۸ میں حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے۔ (مرتب)

ان کے مثل بتایا ہے چنانچہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد میں ہے۔ المجاھد من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللّٰہ المہاجر من ھجر الخطایا والذنوب مشکوٰۃ کتاب الایمان یعنی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو خطا اور گناہ ترک کر دے۔ (عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ ۸/ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ ۱۰ / ستمبر ۱۹۳۲ء) (فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲ صفحہ ۵۹۸)

حج سے متعلقہ سوالات کے جوابات

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں، علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں۔

۱:۔ حرم کی حدود کہاں تک ہیں، جہاں ایک نماز کی بجائے ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے، چار دیواری حرم یا جہاں تک امام کی آواز بذریعہ سپیکر جائے، یا حجاج کے رہائشی مکانات تک یا مکہ معظمہ کی شہری حدود حد کمیٹی تک۔

۲:۔ علاوہ فرضی طواف مثلاً پہلے دن کا یا مدینہ شریف سے واپسی کا یا الوداعی) یا سعی مع عمرہ کے عورتیں چار دیواری حرم کے اندر جاتی ہیں، تمام بے پردہ اور ننگے منہ ہوتی ہیں آمد و رفت کے وقت دروازوں میں بڑی بھیڑ ہوتی ہے۔ عورتیں ایک طرف بیٹھی ہوتی ہیں۔ اور چاروں طرف حاجی لوگ گذرتے ہیں، ہر کسی کو لاکھ نماز کے ثواب کا لالچ ہوتا ہے، نیز خانہ کعبہ کی زیارت ہو گی وغیرہ وغیرہ۔

۳:۔ اگر عورتوں کو اس صورت میں جائز نہیں ہے، تو کیا انہیں رہائشی مکان میں ایک کی بجائے لاکھ نماز کا ثواب ملے گا؟۔

۴:۔ حاجی صاحبان کی وہاں خوراک، پھل وغیرہ کرایہ آمد و رفت عرفات و مدینہ شریف وغیرہ نیز واپسی پر اپنے اعزہ و اقربا کے لئے ہدایا و تحائف وغیرہ مکہ معظمہ میں کئے گئے صدقات کے برابر ہوں گے، اس میں سے کہاں تک حج کا خرچ تصور ہو گا، اور کہاں تک فالتو جائیگا؟

۵:۔ حج کے لئے جو رقم جمع کرائی جاتی ہے، اس میں سے واپس بھی لا سکتا ہے، اگر مکہ میں جا کر مسجد یا مدرسہ یا کسی اسلامی جماعت کے لئے پاکستان رقم بھیجے۔ کیا اس کی بھی وہی فضیلت ہے، جو مکہ مدینہ میں خرچ کرنے کی ہے، کیا ایک آدمی اگر ارادہ کرے کہ وہ اس سال حج کے لئے جائیگا، تو سارا سال صدقہ وغیرہ روک رکھے، تاکہ مکہ جا کر حج کرے، اور اسے ایک لاکھ کا ثواب ملے؟۔

۶:۔ مدینہ شریف میں چالیس نمازوں کا جو حکم ہے کیا وہ باجماعت ہی ضروری ہیں یا دیسے بھی آٹھ دن پڑھ سکتا ہے؟ (السائل محمد ادریس کمل بنولہ والہ خانیوال)

الجواب بعون الوہاب:۔ (۱) ایک حرم مکہ ہے، اور ایک حرم بیت اللہ شریف ہے، حرم مکہ کئی کئی میل

---

۱ یہ حدیث حضرت ابوہریرۃ سے مشکوٰۃ کتاب الایمان ص ۱۵ میں مروی ہے ۱۲۔

تک ہے جو نشانات سے متعین کیا ہوا ہے۔ حرم کسی طرف تین میل اور کسی طرف آٹھ دس میل تک ہے۔ اور ایک لاکھ نماز کا ثواب صرف بیت اللہ اور اس سے ملحقہ مسجد یا صحن کے ساتھ خاص ہے۔ بیت اللہ کا صحن یا ہال جس قدر بھی وسیع ہوتا رہے گا، وہ اسی حکم میں ہوگا۔ اس میں ایک نماز کی بجائے ایک لاکھ کا ثواب ہی ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جعلت لی الارض مسجدا "کہ میرے لئے تمام زمین مسجد قرار دی گئی ہے، لیکن تمام زمین پر احکام مسجد نافذ نہیں ہوں گے صرف جس جگہ کو مسجد قرار دیا جائے گا۔ اس پر احکام مسجد جاری ہوں گے، اور اس کو دوسری جگہ پر ادب واحترام اور ثواب کے لحاظ سے فوقیت حاصل ہوگی۔ اسی طرح بیت اللہ شریف مع صحن دیگر حرم پر فوقیت رکھتا ہے، اور اس میں لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے۔ اگرچہ امام کی آواز سارے شہر میں جاتی ہو، اور لوگ اس کی اقتداء کرتے ہوں، لاکھ نماز کے ثواب سے محروم ہوں گے ہاں نماز با جماعت کا ثواب ملیگا، تاہم بیت اللہ شریف کی فضیلت سے محروم رہیں گے۔ ملاحظہ ہو فتح العلام شرح بلوغ المرام صفحہ ۳۴۵۔

۲:۔ پردہ کی دو قسمیں ہیں جنہیں قرآن وحدیث نے بیان کیا ہے، ایک نظر کو نیچے رکھنا جس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں جیساکہ قرآن مجید ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ (نور) دو کہدے ایمان والوں کو نیچی رکھیں آنکھیں اپنی وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ اور کہدے ایمان والیوں کو نیچے رکھیں اپنی آنکھیں۔ نور" نظر نیچی رکھنے سے مراد یہ ہے کہ مرد وعورت گلی کوچوں میں چلتے پھرتے وقت ہر تکلیف دہ چیز سے بچیں۔ بدنیتی سے بغور ایک دوسرے کی طرف نہ دیکھیں۔ ہاں اچانک نظر کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا ہے۔ حدیث مشکوٰۃ میں ہے فانك لك الاولى وليس لك الاخرى۔ پردہ کی دوسری قسم صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ جیساکہ قرآن مجید میں ہے يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (احزاب) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہدے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو ٹھوڑی سے نیچے لٹکالیں اوپر اپنے بڑی چادریں اپنی۔ مگر یہ بھی طاقت و وسعت انسانی کے مطابق ہے۔ اور اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ اس سے بھی مستثنیٰ ہے۔ جیسے چادر، یا برقع کی بالائی سطح اور چلتے پھرتے وقت ہاتھ پاؤں یا بوقت سوار ہونے کے بلاارادہ زینت کا ظاہر ہونا وغیرہ یہ سب اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں شامل ہے، اور معاف ہے۔ احکام حج کی ادائیگی کے وقت چونکہ ازدہام ہوتا ہے، اور اس فریضہ کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ جس طرح ہاتھ اور پاؤں بوقت ضرورت ننگے کرنا جائز ہے اسی طرح بوقت ضرورت منہ کا انکشاف بھی جائز ہے تاکہ مرد اور عورت کا تصادم نہ ہو جائے اسی لئے عورت کو چہرے پر نقاب ڈالنے کی ممانعت ہے، ہاں جو عورت انکشافی حالت کو برداشت نہ کرے وہ نقاب ڈال سکتی ہے، مگر اس طریقہ سے کہ کپڑا چہرے سے دور رہے، اور چہرہ کو عریانی سے محفوظ کرے

جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے ، ہاں پردہ کی پہلی صورت مرد اور عورت پر بہرحال قائم رہے گی، غض البصر اس وقت بھی فرض ہے، حدیث شریف میں ہے۔ انما الاعمال بالنیات کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، جو مجبوراً عریانی حالت اختیار کرے وہ معاف ہے، اور جو زینت و زیب کی نمائش کی غرض سے کرے، وہ اللہ کا خوف کرے، اس کا حج نہیں ہے فافہم۔

۳:۔ تمام حرم کا حکم بیت اللہ شریف کی طرح نہیں ہے، عورتوں کو یہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے ہی تو پردہ میں تخفیف کی گئی ہے۔

۴:۔ حج کے جس قدر لازمی اخراجات ہیں وہ حج تصور ہوں گے، اس کے علاوہ وہاں کی سیروسیاحت وغیرہ اس کی نیت کے مطابق جزاء و ثواب ہوگا، اعزہ واقربہ کے لئے تحائف وہدایا کے اخراجات کا حج سے کوئی تعلق نہیں، اگر اس کی نیت سنت کے مطابق ہے، تو اس پر الگ ثواب مرتب ہوگا، مکہ اور غیر مکہ صدقہ کرنے میں کوئی فرق نہیں۔

۵:۔ حج کے لئے جو رقم جمع کرائی جاتی ہے، وہ حاجی کا ملک ہے، اگر وہ کسی وجہ سے حج کو نہ جا سکے تو اپنے مصرف میں لاسکتا ہے، عدم جواز پہ کوئی دلیل نہیں۔ اگر کچھ رقم بچ جائے، تو وہ بھی اسی کا مال ہے، چاہے صدقہ کرے یا اپنے دیگر مصرف میں لگائے، عشر و زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ کو محض اس لئے روک رکھنا کہ مکہ میں جاکر صرف کروں گا، غلط ہے اسے کیا معلوم ہے کہ حج پر جا سکے گا، یا نہیں۔ اس میں حقداروں کی حق تلفی بھی ہے، جو جائز نہیں ہے۔ ویسے ایک لاکھ کے ثواب والی بات بھی درست نہیں ہے، حدیث میں صرف نماز جمعہ۔ اور رمضان کا ذکر ہے، صدقہ خیرات وغیرہ کو اس پر قیاس کیا گیا ہے، جن کے ہاں قیاس حجت ہے ان کے ہاں صدقہ خیرات میں ایک لاکھ کا ثواب ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح العلام شرح بلوغ المرام ص۲۱۵

۶:۔ مسجد نبوی میں جو چالیس نمازیں پڑھنے کا ذکر ہے، اس کا احکام و اعمال حج سے کوئی تعلق نہیں ہے، جماعت سے پڑھے یا فرداً فرداً۔ تاہم حدیث میں ہے، جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے، اور مسجد نبوی کی حیثیت سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ہے، اس لئے مسجد نبوی چالیس نمازیں باجماعت ہی پڑھنی چاہئے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

(حررہ ابو الحسنات علی محمد سعیدی جامعہ سعیدیہ خانیوال)

(اخبار اہلحدیث لاہور جلد ۶ ش ۴۵ ص ۵)

؁ جیسا کہ جواب ۱ میں ذکر ہو چکا ہے ۱۲۔

مسجد نبویؐ کی زیارت ـــ اور ـــ اس کے آداب

(حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز وائس چانسلر مدینہ منورہ یونیورسٹی سعودی عرب)

حج سے پہلے یا حج کے بعد مسجد نبویؐ کی زیارت سنت ہے، بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مسجد میں ایک نماز بیت اللہ کے سوا ہر مسجد میں پڑھی ہوئی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے، مسلم شریف میں حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مسجد میں ایک نماز مسجد الحرام۔ بیت اللہ کے علاوہ باقی ہر مسجد کی ہزار نماز سے افضل ہے، مسند احمد، ابن خزیمہ ابن حبان میں روایت ہے، عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری مسجد میں پڑھی ہوئی ایک نماز مسجد الحرام کے علاوہ باقی ہر مسجد میں پڑھی ہوئی ایک ہزار نماز سے افضل ہے، مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد الحرام کے سوا میری مسجد میں ایک نماز باقی ہر مسجد کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے، اور مسجد الحرام کی ایک نماز باقی ہر مسجد کی ایک لاکھ نماز سے افضل ہے، اس مفہوم و معنی کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں، مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنا، دعا کرنا عبادت، اس قسم کے امور کے لئے مدینہ منورہ کا قصد سفر کرنا نہ صرف حاجیوں کیلئے بلکہ سب مسلمانوں کے لئے جائز و مشروع ہے،

آداب مسجد۔ سنت طریق یہ ہے کہ زیارت کرنے والا پانچ وقت نماز مسجد نبویؐ میں ادا کرے، اور مسجد نبویؐ میں نماز، دعا، ذکر الٰہی کو اپنے لئے غنیمت سمجھے، اس لئے کہ مسجد نبویؐ میں عبادت بڑے اجر و ثواب کا ذریعہ ہے، اور مستحب ہے کہ اس جگہ میں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روضۃ من ریاض الجنۃ فرمایا ہے، بکثرت نفل نماز پڑھے، صحیح حدیث میں اس جگہ کی فضیلت کا بیان ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خطہ زمین جو میرے منبر اور گھر کے درمیان ہے، وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے، زیارت کنندہ وغیرہ کیلئے مناسب ہے کہ وہ فرض نماز کے لئے آگے بڑھے حتی الامکان پہلی صف کی محافظت کرے اگرچہ صف اول پہلی توسیع شدہ جگہ میں ہو، چنانچہ صحیح احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی صف میں شامل ہونے کی ترغیب دی ہے، آپ نے فرمایا اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف میں شامل ہونے کا علم ہو جائے تو وہ گھٹنوں کے بل چل کر بھی آئیں گے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو فرمایا، آگے بڑھو۔ تم میری اقتدا کرو، اور تمہارے بعد آنے والے تمہاری اقتدا کریں، اور آدمی نماز میں پیچھے ہٹتا ہٹتا ایسا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو پیچھے ہٹا دیتا ہے، مسلم ۔ ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے بسند صحیح بیان

کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی پہلی صف سے پیچھے ہٹتا رہتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو آگ میں پیچھے رکھے گا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو یہ بھی فرمایا کہ تم نماز میں اس طرح صف کیوں نہیں باندھتے جیسا کہ فرشتے اپنے رب کے سامنے صف باندھتے ہیں، صحابہؓ نے دریافت کیا کہ اللہ کے رسولؐ فرشتے اپنے رب کے سامنے کس طرح صف باندھتے ہیں، آپؐ نے فرمایا وہ سب سے اول پہلی صف کو پورا کرتے ہیں، اور سیسہ پلائی دیوار کی طرح صف باندھتے ہیں۔ مسلم ۔ اس معنی کی اور بھی بے شمار احادیث ہیں، جو مسجد نبویؐ کی توسیع سے پہلے اور توسیع کے بعد ساری مسجد کو شامل ہیں اور یہ بھی صحیح ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو صفوں کی دائیں طرف کھڑے ہونے کی ترغیب دیتے تھے، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ توسیع سے پہلی مسجد نبویؐ میں صف کی دائیں جانب روضہ سے الگ ہے، مذکورہ بالا احادیث سے ظاہر ہے کہ پہلی صفوں اور صفوں کی دائیں جانب کھڑا ہونا روضہ میں جگہ لینے سے مقدم ہے ،اور ان ہر دو کی محافظت روضہ میں نماز ادا کرنے کی محافظت سے بہتر ہے، جو شخص اس مسئلہ میں وارد شدہ احادیث میں تامل کرے گا، اس پر ہماری بات اچھی طرح واضح ہو جائے گی۔ اور یہ بات قابل یاد ہے، کہ کسی شخص کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ وہ مسجد نبویؐ یا روضہ نبویؐ کے کسی پتھر کو چھوئے یا بوسہ دے، یا روضہ رسولؐ کا طواف کرے اس لئے کہ ایسے کام کرنا سلف صالحینؒ سے ثابت نہیں، بلکہ بڑی بدعت ہے، اور یہ بھی جائز نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجت روائی یا شفا وغیرہ کا سوال کیا جائے۔ اس قسم کا سوال اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں کرنا چاہیئے فوت شدہ بزرگوں سے حاجات طلب کرنے میں جہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم آتا ہے، وہاں اس میں غیر اللہ کی عبادت پائی جاتی ہے،

دین اسلام:۔ دین اسلام کی بنیاد دو باتوں پر ہے، اول:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا۔ دوم:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق عبادت کرنا۔ کلمہ شہادت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں، کسی شخص کے لئے یہ بھی جائز نہیں، کہ حضورؐ سے وہ شفاعت کا سوال کرے اس لئے کہ شفاعت کا کام تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اس لئے شفاعت کا سوال اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں کیا جا سکتا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیْعًا پ ۲۴ ع ۲، اے پیغمبر اعلان کر دیجئے کہ سب شفاعت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، یہ بات یاد رکھو کہ فوت شدہ بزرگ خواہ وہ نبی ہوں یا ان کے علاوہ دوسرا کوئی ولی بزرگ ہو ان سے نہ شفاعت کا سوال کیا جا سکتا ہے، اور نہ ان سے کسی اور شئے کا مطالبہ ہو سکتا ہے، اس لئے کہ ایک تو شریعت نے اس کی اجازت نہیں دی، اور دوسرے اس لئے کہ میت کے اعمال تو منقطع ہو چکے ہیں، البتہ جو اس نے صدقہ جاریہ قسم کے اعمال کئے ہیں، ان کا ثواب

ان کو بدستور پہنچ رہا ہے۔ ایسے اعمال کو شریعت نے بیان کر دیا ہے، چنانچہ مسلم میں حدیث ہے، بروائت ابوہریرہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے مرتے ہی تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین عمل جاری رہتے ہیں۔
(۱) صدقہ جاریہ (۲) علم جس کا فیض جاری ہو، (۳) نیک اولاد جو دعا کرتی ہو، اس حدیث سے ظاہر ہے کہ
جاری اعمال میں شفاعت نہیں ہے، اس لئے فوت شدہ نبی یا کسی ولی سے شفاعت کا سوال نہیں ہو سکتا البتہ
دو وقت میں سوال ہو سکتا ہے، موت سے پہلے یا قیامت کے دن ان دو وقتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
شفاعت پر قدرت حاصل ہے، ہمارا ایمان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ کر اپنے رب سے شفاعت
کا اذن طلب کریں گے، اور موت سے پہلے شفاعت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قادر ہیں، مگر یہ شفاعت حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا خاصہ نہیں کہ آپ کے بغیر دوسرا کوئی شفاعت نہیں کر سکتا، بلکہ دنیا میں شفاعت کا مسئلہ عام ہے، ایک
بھائی دوسرے بھائی سوال کر سکتا ہے، کہ وہ اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کرے، مگر اس دنیا میں شفاعت
کا معنی کسی کام کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے، اس لئے سفارش کے لئے جائز ہے، کہ وہ دعا کرے، شرط
یہ ہے کہ جس کام کے لئے سفارش ہو وہ جائز ہو، ناجائز نہ ہو، قیامت کے دن شفاعت تو ہو سکتی ہے، مگر
اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بھی شفاعت کا مجاز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، مَنْ
ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی شخص شفاعت نہیں کرے گا، ایک
تیسری موت کی حالت ہے کہ نہ اس کو دنیا کی زندگی کہا جا سکتا ہے، اس لئے کہ اس حالت میں تو عمل منقطع
ہو چکے ہیں، اور نہ ہی موت کی حالت کو قیامت کے دن کی زندگی پر محمول کیا جا سکتا ہے، ایک تو اعمال منقطع
ہیں، دوسرا وہ اپنے اعمال کی بنا پر قید ہے، ہاں جو اعمال منقطع نہیں، وہ شریعت نے بیان کر دیئے ہیں، مگر ان اعمال
میں شفاعت کا مسئلہ نہیں ہے۔

برزخی زندگی:۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں زندگی ایک برزخی زندگی ہے، جو شہدا
کی زندگی سے بہت زیادہ کامل اور اکمل ہے، مگر برزخی زندگی کو موت سے پہلے اور قیامت کے دن کی زندگی
پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ قبر کی زندگی ایسی برزخی زندگی ہے، کہ جس کی حقیقت اور کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
نہیں جانتا، جیسا کہ حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام کہتا ہے تو میری رو
اللہ تعالیٰ مجھ میں لوٹا دیتا ہے، میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں، اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ پر موت وا
ہو چکی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح آپ کے جسدِ مبارک سے علیحدہ ہے، مگر سلام کے وقت روح جسد
میں لوٹائی جاتی ہے، اس حدیث کے علاوہ قرآن وسنت کی نصوص کثیرہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مو
آپ پر وارد ہو چکی ہے، سلف کا بھی اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں، مگر موت کے وارد ہونے کا قطعاً یہ مطل

نہیں کہ قبر میں آپ کو برزخی زندگی حاصل نہیں۔ دیکھئے شہداء کی موت آچکی ہے، مگر موت کے باوجود قبر میں ان کو برزخی زندگی حاصل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ (جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں، ان کو مردہ مت کہو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، وہ رزق دیئے جاتے ہیں) جس طرح شہداء پر موت وارد ہونے کے باوجود آپ کو برزخی زندگی حاصل ہے مگر شہداء کی برزخی زندگی سے آپ کو جو زندگی ملی ہے، بہت اکمل ہے۔ زائرین میں سے بعض قبر نبوی کے نزدیک آواز بلند کرتے ہیں، اور احتراماً دیر تک قیام کرتے ہیں، یہ شریعت کے خلاف ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری امت کو منع کیا ہے، کہ وہ نبی کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا کریں یا آپ کو اس طرح آواز دیں جیسا بعض بعض کو آواز دیتا ہے، اور ان کو ترغیب دی ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آواز کو پست کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

یعنی اے ایمان والو اپنی آواز کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو، اور نہ اس طرح آواز دو جیسا کہ تم میں سے بعض بعض کو آواز دیتا ہے، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں، اور تمہیں پتہ بھی نہ ہو بے شک وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آواز کو پست کرتے ہیں، یہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے خاص کر دیا ہے، ان کیلئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ علاوہ ازیں قبر کے پاس دیر تک قیام کرنا اور بکثرت سلام پڑھنا، اس سے قبر کے پاس لوگوں کا اژدحام ہو جاتا ہے، اور چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہے، یہ ان آیات محکمات کے خلاف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں بھی قابل احترام ہیں، اور وفات کے بعد بھی واجب الاحترام ہیں، پس مومن کے مناسب حال نہیں کہ وہ قبر نبوی کے پاس کھڑے ہو کر شرعی آداب کی مخالفت کرے۔

اسی طرح زائرین میں سے بعض زائر قبر کے نزدیک ہو کر قبر کی طرف اپنا رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، یہ بھی سلف صالحین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے خلاف ہے، بلکہ یہ بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔

یعنی میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم اور مضبوط پکڑو، بدعت کے کاموں سے بچو پس بلاشبہ نیا کام بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اس حدیث کو ابوداؤد و نسائی نے حسن سند سے روایت کیا ہے، اور آپ نے یہ بھی فرمایا من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ یعنی جو شخص

ہمارے امر دین میں نئی بات نکالے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ مسلم کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد۔ یعنی جو شخص ایسا عمل کرے کہ اس پر ہماری اجازت نہیں ہے تو وہ مردود ہے" امام زین العابدین علی بن حسین نے ایک شخص کو قبر نبوی کے پاس دعا کرتے دیکھا تو اس کو روکا، اور فرمایا کہ میں تجھ کو ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جو میں نے اپنے باپ اور انہوں نے میرے دادا سے اور میرے دادا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، آپؐ نے فرمایا میری قبر کو میلہ نہ بناؤ، اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ، مجھ پر درود پڑھو تم کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے" اس حدیث کو حافظ محمد بن عبدالواحد مقدسی نے اپنی کتاب المختار میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح زائرین میں سے بعض سلام پڑھتے وقت اپنے سینے پر یا اس کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، جیسا کہ نمازی ہاتھ باندھتا ہے، سلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو یا کسی بادشاہ یا کسی زعیم وغیرہ کے لئے ہو سلام کے وقت یہ حالت اختیار کرنی ناجائز ہے اس لئے کہ یہ حالت عاجزی انکساری اور عبادت کی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے لائق نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے علماء سے بیان کیا ہے، یہ بات صاف ہے اور اس پر واضح ہے، جو سلف صالحین کی اتباع کرتا ہے اور جس پر تعصب، خواہش، اندھی تقلید غالب ہے اور سلف صالحین کی ہدایت کی دعوت دینے والوں پر سوءظن ہے، اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ہم اپنے لئے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور باطل کے خلاف ایثار حق کی توفیق کا سوال کرتے ہیں، اور بہتر مسئول وہی ہے، اس طرح زائرین میں بعض زائرین دور ہی سے قبر کی طرف منہ کرتے ہیں سلام یا دعا کے لئے اپنے ہونٹ ہلاتے ہیں۔ یہ بھی ماقبل کی طرح بدعت میں شامل ہے، کسی مسلمان کے شایان شان نہیں کہ دین میں ایسی بات نکالے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ ایسا کرنے سے وہ دوستی اور قرب کی نسبت جفا کے زیادہ قریب ہے، امام مالکؒ نے اس عمل اور اس جیسے دوسرے اعمال کا سختی سے انکار کیا ہے، اور فرمایا ہے، لن یصلح اخر ھذہ الامۃ الا ما اصلح اولھا " یعنی اس امت کے پچھلے لوگ صالح نہیں ہوں گے، مگر اس نیکی سے جس کو پہلوں نے اپنایا ہے" اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہے، کہ اس امت کے اول لوگوں نے جس بات کی اصلاح کی ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین اور آپ کے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی سیرت و عمل ہے، اور اس امت کے پچھلے لوگ اس کے بغیر صالح نہیں ہو سکتے، تاوقتیکہ وہ پہلے لوگوں کی سیرت سے تمسک نہ کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان کو ایسے کاموں کی توفیق دے، جن سے ان کی نجات اور سعادت ہو، اور اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں باعزت رکھے، انہ جواد کریم۔

(اخبار تنظیم اہلحدیث لاہور جلد ۲۲ شمارہ ۴۵/۴۴)

زیارت مدینہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حدیث من حج[1] واعتمر فلم یزرنی فقد جفانی کیسی ہے قابل عمل ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ یہ حدیث بایں لفظ موضوع ہے، اور حدیث موضوع قابل عمل نہیں ہوتی۔ قال العلامۃ[2] الشوکانی فی الفوائد المجموعۃ وکذا بلفظ من حج فلم یزرنی فانہ قال الصنعانی ایضاً ہو موضوع وکذا قال الزرکشی وابن الجوزی انتہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ المجیب عبدالوہاب۔

(سید محمد نذیر حسین) (فتاویٰ نذیریہ جلد ۲ ص ۱۹ طبع لاہور)

سوال:۔ حدیث میں ہے، عورت کی نماز مسجد کی بجائے گھر میں افضل ہے، بیت اللہ شریف مسجد نبوی اور بیت المقدس۔ ان تین مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت احادیث میں بہت بیان ہوئی ہے، اس لئے ہم اہل اسلام دور دراز سے سفر کر کے ان مساجد میں نمازیں پڑھ کر ثواب حاصل کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ فضیلت مردوں کے لئے خاص ہے، یا عورتیں بھی اس کو حاصل کر سکتی ہیں، یعنی جب عورتیں مکہ معظمہ جائیں، تو ان کے لئے بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنا بہتر ہے، یا اپنی قیام گاہ میں ثواب کس جگہ زیادہ ہوگا، اسی طرح عورتیں مدینہ منورہ جائیں تو ان کی نماز مسجد نبی میں افضل ہے، یا اپنی قیام گاہ میں کتاب و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب بعون الوہاب:۔ الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین اما بعد فاقول وباللہ التوفیق۔

خاص طور پر اس صورت مسئولہ کی وضاحت کسی دلیل شرعی میں موجود نہیں ہے، اس لئے اصل مسئلہ (عورت کو مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے یا گھر میں) واضح کرنے سے یہ مسئلہ ظاہر ہو جائے گا، پہلے یہ جاننا چاہیے کہ نفس مسئلہ میں عورت کو مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، یہ اختلاف ما بین العلماء ہے۔ بعض مطلق جائز رکھتے ہیں، اور بعض نے جوان عورتوں کو منع کیا ہے، اور عجائز یعنی بوڑھی عورتوں کو جائز رکھا ہے، اور بعض نے مطلقاً منع کیا ہے، اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ فتنہ و فساد کا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کو دین سیکھنے کے لئے جانے کی ضرورت تھی، اب وہ ضرورت نہیں رہی، اس لئے منع ہے، جب یہ

---

[1] جس نے حج اور عمرہ کیا اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲۔

[2] علامہ شوکانی نے فوائد المجموعہ میں اور صنعانی، زرکشی اور ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے ۱۲۔

مسئلہ مختلف فیہ ہو تو اس میں حق معلوم کرنا ضروری ہے، کہ مسائل مختلفہ میں حق ایک ہی بات ہوتی ہے، کیونکہ حق میں تعدد نہیں ہے، قرآن ناطق ہے فماذا بعد الحق إلا الضلال پس حق بات یہ ہے کہ عورتوں کو مسجد میں عشاء اور فجر کے وقت نماز پڑھنے کے لئے جانا جائز ہے، منتقی میں یہ حدیث وارد ہے، عن ابی ہریرۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولیخرجن تفلات۔ رواہ احمد و ابوداؤد۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو، تم اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے منع نہ کرو، لیکن جب وہ نماز کے لئے مسجد کی طرف نکلیں تو خوشبو لگائے ہوئے نہ ہوں، دوسری حدیث منتقی میں یہ ہے، عن ابن عمرؓ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا استأذنکم نساؤکم باللیل الی المسجد فأذنوا لھن۔ رواہ الجماعۃ الا ابن ماجۃ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب (تمہاری) عورتیں رات کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے اجازت طلب کریں، تو تم ان کو اجازت دے دو، یہ حکم علی الاطلاق جوان بوڑھی ہر عورت کو شامل ہے کہ وہ خاوند سے اذن لے کر مسجد میں نماز پڑھنے جا سکتی ہے، تعامل عہد نبویؐ اور صحابہ میں یہی تھا کہ عشاء اور فجر میں عورتیں مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کیلئے جاتی تھیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر فرمائی حتٰی کہ حضرت عمرؓ نے آپ کو آواز دے کر کہا نام النساء والصبیان کہ عورتوں اور بچوں کو نیند آ رہی ہے، جلدی تشریف لائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور نماز پڑھائی۔ اسی طرح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ عورتیں سلام پھیرتے ہی چلی جاتی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر لوگ جب تک خدا چاہتا بیٹھے رہتے، پھر جب آپ کھڑے ہوتے تو سب لوگ بھی کھڑے ہو جاتے تھے، اور مسند احمد میں حدیث ہے۔ لاخیر فی جماعۃ النساء الا فی المسجد یعنی مسجد کے علاوہ عورتوں کے لئے جمع ہونا ٹھیک نہیں ہے، حدیث میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے بیٹے بلالؓ کو کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، لا تمنعوا النساء حظوظھن من المساجد اذا استأذنکم۔ کہ عورتوں کو مسجدوں میں ثواب کا حصہ حاصل کرنے سے مت روکو، جب وہ اذن طلب کریں، تو منع نہ کرو، بلالؓ نے کہا، قسم بخدا، ہم تو ان کو روکیں گے، نہ جانے دیں گے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے، اس کو سخت برا بھلا کہا، اور سینہ میں مارا، اور کہا، میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں، کہ عورتوں کو مسجد سے نہ روکو، اور تو کہتا ہے ہم روکیں گے، راوی بیان کرتا کہ اس کے بعد حضرت عبداللہؓ نے اپنے بیٹے سے آخر دم تک کلام نہ کی، اللہ اکبر صحابہ کرامؓ میں اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ کتنا بلند تھا، اور ان کی دینی غیرت کا یہ عالم تھا کہ جب اپنے بیٹے نے حدیث نبویؐ کا اپنی رائے سے مقابلہ کیا تو فوراً اس کا قطعی بائیکاٹ کر دیا، ان احادیث سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو خاوند کے اذن سے زینت، اور خوشبو لگائے بغیر مسجد میں جانا جائز

ہے، باقی رہا زمانہ ساز لوگوں کا یہ کہنا کہ اب فتنہ وفساد کا دور ہے اس لئے عورتوں کو مسجد میں جانا منع ہے تو یہ خیال بھی سراسر باطل ہے، عہد نبویؐ میں بھی ایسا فساد ہوا تب بھی آپؐ نے عورتوں کو مسجد میں جانا منع نہ فرمایا چنانچہ حدیث میں ہے ان امرأة خرجت علی عھد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تریدا الصلوۃ فتلقھا رجل فتجللھا فقضیٰ حاجتہ منہا الحدیث ۔ یعنی عہد نبویؐ میں ایک عورت اپنے گھر سے مسجد میں نماز پڑھنے کو نکلی راستے میں ایک شخص نے اسے پکڑ کر زنا بالجبر کیا، اور بھاگ گیا۔ مفصل واقعہ ترمذی میں ہے، اس واقعہ کے باوجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع نہیں فرمایا۔ تو اب مقلدین اور اہل الرائے حضرات کا حیلے بہانوں سے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکنا باطل ہوا۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے یا گھر میں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عورتوں کو اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے، عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا نساءکم المساجد وبیوتہن خیر لھن ۔ رواہ ابوداؤد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے نہ روکو لیکن ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔ مشکوٰۃ۔ دوسری حدیث منتقی میں عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال خیر مساجد النساء قعر بیوتھن (احمد) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی بہترین مسجدیں گھروں کا اندرونی حصہ ہے۔

یہ دونوں حدیثیں اس مسئلہ پر بعبارۃ النص دلالت کرتی ہیں، کہ بہ نسبت مسجد کے عورتوں کو اپنے گھروں میں نمازیں پڑھنا بہتر اور افضل ہے، مشکوٰۃ میں بروایت ابوداؤد یہ حدیث ابن مسعودؓ سے آئی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ المرأۃ فی بیتہا افضل من صلوٰتہا فی حجرتہا وصلوٰتہا فی مخدعہا افضل من صلوٰتہا فی بیتہا (رواہ احمد) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی نماز اپنی کوٹھڑی میں افضل ہے اس کے گھر سے اور اندر کی چور کوٹھڑی میں پڑھنی بہتر ہے، اس کے گھر سے، ان احادیث میں خیر اور افضل کا لفظ صاف ناطق ہے کہ عورت کو گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، اور گھر میں بھی جس قدر اندر کی کوٹھڑیوں میں نماز پڑھی جائے گی، جس سے ستر اور اخفا بڑھے گا، نماز میں فضیلت پائی جائے گی، یہ حکم عام ہے، خواہ مسجد حرام ہو یا بیت اللہ، مسجد نبویؐ ہو یا مسجد اقصیٰ، چنانچہ نیل الاوطار جلد ۳ ص ۱۳۲ میں یہ حدیث وارد ہے، اخرج احمد والطبرانی من حدیث ام حمید الساعدیۃ انہا جاءت الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ انی احب الصلوٰۃ معک فقال صلے اللہ علیہ وسلم قد علمت وصلوٰتک فی بیتک خیر لک من صلوٰتک فی حجرتک وصلوٰتک فی دارک خیر لک من صلوٰتک فی مسجد قومک وصلوٰتک فی مسجد قومک خیر لک فی من صلوٰتک

فی مسجد الجماعۃ قال الحافظ واسنادہ حسن۔
یعنی امام احمدؒ اور طبرانی نے ام حمید ساعدیہؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضورؐ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھا کروں۔

آپ نے فرمایا، تو جانتی ہے کہ تیری نماز کوٹھڑی میں بہتر ہے، تیری اس نماز سے جو تو حجرے میں پڑھے اور حجرہ کی نماز بہتر ہے، اس نماز سے جو گھر کے آنگن میں ادا کی جائے، اور تیری آنگن کی نماز بہتر ہے، اس نماز سے جو محلہ کی مسجد میں پڑھے، اور محلہ کی مسجد میں تیری نماز بہتر ہے اس نماز سے جو جامع مسجد میں ہے حافظ ابن عبد البر نے استیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۹۱ میں یہ روایت ذکر کی ہے، اور اس کے آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ وصلوٰتک فی مسجد قومک خیر لک من صلوٰتک فی مسجدی قال فامرت نُبْنِیَ لہا مسجدٌ فی اقصی شیئ من بیتہا اظلمۃ فکانت تصلی فی فیہ حتیٰ لقیت اللہ عزوجل۔ یعنی تیری وہ نماز جو محلہ کی مسجد میں پڑھی جاتی ہے، اس نماز سے بہتر ہے جو میری مسجد میں پڑھی جائے، راوی نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر ام حمید ساعدیہؓ نے حکم دیا کہ اس کے لئے گھر کے انتہائی اندرونی گوشہ میں (جہاں بہت اندھیرا تھا) مسجد بنائی جائے چنانچہ اسی مسجد میں وہ آخری دم تک نماز پڑھتی رہی، حتیٰ کہ وہ فوت ہو کر اللہ عزوجل سے ملاقی ہوئی۔ امام شوکانی رحمہ اس مسئلہ پر بحث کے بعد فرماتے ہیں، صلوٰتہن علی کل حال فی بیوتہن افضل من صلوٰتہن فی المساجد۔ یعنی ان نصوص سے ثابت ہوا کہ ہر حال میں عورتوں کی وہ نماز جو گھروں میں پڑھی جاتی ہے، اس نماز سے افضل ہے، جو مسجدوں میں پڑھی جاتی ہے،

اب اس وضاحت کے بعد سائل کی صورت مسئولہ کا حکم بھی خوب ظاہر ہو گیا کہ مسجد حرام۔ مسجد نبویؐ۔ مسجد اقصیٰ۔ مسجد جامع۔ مسجد محلہ۔ جن میں مردوں کے لئے (بہ نسبت گھروں میں نماز پڑھنے کے کئی درجے فضیلت ہے) عورتوں کے لئے گھر ہی نماز پڑھنا ان تمام مسجدوں میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور اس کی علت یہ ہے، کہ عورت کے لئے ستر اور مردوں سے اخفاء ضروری ہے، وہ جس قدر بھی پایا جائے گا، نماز میں فضیلت پائی جائے گی۔

باقی رہا حج بیت اللہ اور زیارت مسجد نبویؐ کا وقتی مسئلہ سو اس میں یہ سمجھنا چاہیئے کہ حج وعمرہ میں طواف کرنا ضروری ہے تو لامحالہ بیت اللہ اور حرم میں جانا پڑے گا، تو حج اور عمرہ کرنے والی عورت مسجد میں جانا چاہیئے اسی طرح جو عورت مسجد نبویؐ میں گئی، اور اس کا ارادہ روضۂ نبویؐ کی زیارت کا بھی ہے، تو وہاں پہنچنے پر اس کو مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کا درجہ حاصل کرنا چاہیئے، یہ ایک وقتی بات ہے، ہاں جب مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں مقیم ہو جائے، تو اس کی قیام گاہ ان شہروں میں کسی جگہ مقرر ہو گئی، پھر

اس کو اپنی پردہ دار قیام گاہ ہی میں نماز پڑھنا افضل ہے، ہاں کسی وقت ان مسجدوں کا ثواب لینے کے لئے جائے تو یہ جائز ہے، مگر افضل اپنے گھر اور قیام گاہ ہی میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حمید ساعدیہؓ کو اپنے ساتھ جماعت سے مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے سے افضل اُس نماز کو بتایا، جو گھر کے کسی گوشہ میں پڑھی جاتی ہے، جس پر ام حمیدؓ نے عمل کیا، اور مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنی ترک کر دی۔

یہ میری تحقیق ہے، باقی اگر کوئی عالم اس کے خلاف مسلک رکھ کر کوئی ثبوت پیش کر دے گا، تو بندہ رجوع کرلے گا، ورنہ مسلک یہی صحیح ہے، ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

(عبدالقادر عارف حصاری)　　(اخبار تنظیم اہلحدیث جلد ۱۷ ش ۳۲ ص ۲۶ ۱۹۶۵ء)

متفرقات

سوال:۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کی۔ گویا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں زیارت کی، اور جس نے حج کیا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت نہ کی، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کیا، یہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کیا یہ صحیح ہے؟۔

جواب:۔ یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں، البتہ بعض کتب میں ایسی چیزیں ملتی ہیں، امام ابن تیمیہؒ نے اُسے موضوع قرار دیا ہے۔　　(اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد ۲ ش ۲۵ ص ۸)

سوال:۔ میں حج کو گیا، مگر افسوس وہاں میرا طواف افاضہ نہ ہو سکا۔ اور پاکستان آگیا، میرا حج ہوا یا نہ اور اس کا تدارک کیا ہے، بیمار ہوں، غریب ہوں۔　　(عبدالقادر سرائے سدھو ملتان)

جواب:۔ یوم عرفات کے بعد طواف افاضہ بے حد ضروری ہے، اور حج کا ضروری رکن ہے طواف افاضہ رہ جانے سے حج مکمل نہیں ہو سکتا، دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔ انتظام ہونے تک خدا سے معافی مانگتے رہیں۔　　(ماہنامہ قوانین فطرت جلد ۶ شمارہ ۱۲ صفحہ ۱۳)

ہندوپاک کے حاجی اور عمرہ کرنیوالے کہاں سے احرام باندھیں؟

مولانا عبدالسلام صاحب رحمانی مدیر ترجمان دہلی

جماعت اہل حدیث ہند کے اخبار "ترجمان" دہلی نے (دسمبر ۱۹۷۶ء میں) علمی مقالات پر مشتمل ایک حج نمبر شائع کیا ہے جس میں یہ بحث بھی اٹھائی گئی ہے، کہ موجودہ حالات میں بحری جہاز کے ذریعہ حج اور عمرہ کرنیوالے زائرین راستہ میں احرام باندھنے کی بجائے جدہ میں اتر کر احرام باندھ سکتے ہیں کیونکہ ان کے لئے جدۃ ہی گویا میقات ہے، پھر اس کے دلائل بڑی تفصیل سے نمبر کے ایک مقالے میں دیئے گئے ہیں، جو مشہور دیوبندی صاحب علم و قلم مولانا محمد منظور نعمانی (لکھنو) کا تحریر کردہ ہے، مقالہ سے پہلے ادارتی نوٹ میں مختصر طور پر موضوع کو منقح کیا گیا ہے، ہمارے علم کی حد تک یہ مسئلہ چونکہ ہمارے ہاں کے حلقوں میں پہلی دفعہ زیر بحث آیا ہے اس لئے سر دست مذکورہ ادارتی نوٹ "الاعتصام" میں بشکریہ "ترجمان" شائع کیا جا رہا ہے، اہل علم و تحقیق اس پر غور فرمائیں واضح رہے کہ مولانا رحمانی مبارک پوری مدظلہ کے جس مبحث کا نوٹ میں حوالہ ہے۔ اس میں تفصیلی دلائل موصوف نے ذکر فرمائے ہیں۔

"الاعتصام" کے کالم اس مسئلہ کی تحقیق و تدقیق کے لئے حاضر ہیں۔ واللہ الموفق (ع۔ ح)

آفاقی یعنی حدود حرم مکہ مکرمہ سے باہر کے لوگ حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جائیں ان کے لئے شریعت نے کچھ مقامات متعین کر دیئے ہیں، جہاں سے انہیں حالت احرام میں اندر داخل ہونا چاہیئے۔ لیکن ہندو پاک کے حجاج اب بحری راستہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہیں، اس راستے میں ان مقاماتِ متعینہ میں سے کوئی مقام نہیں پڑتا، اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ کہاں سے احرام باندھیں، پہلے جب اہل ہند یمن کے راستے سے مکہ مکرمہ پہنچتے تھے، تو یلملم سے احرام باندھ کر جاتے تھے، جو کہ یمن کی طرف سے مکہ مکرمہ جانے والوں کا میقات ہے، لیکن اب ہندو پاک سے بحری جہاز سیدھے جدہ پہنچتے ہیں، اور اس راستہ میں نہ یلملم آتا ہے نہ مواقیت متعینہ میں سے کوئی اور میقات۔ لیکن اب بھی ہندو پاک کے اکثر حجاج یلملم ہی کو اپنا میقات ٹھہرا کر ایک جگہ سے احرام باندھ لیتے ہیں، جسے محاذاتِ یلملم قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ اب اس راستے سے جانے کی صورت میں یلملم کو میقات ٹھہرانے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، چنانچہ اب ہندو پاک کے بہت سے علمائے احناف و اہل حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ اس راستہ سے جانے والے حجاج کو جدہ سے پہلے احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے جو ایک جید محقق حنفی عالم ہیں اس موضوع پر اپنے ماہنامہ "الفرقان"، لکھنو ماہ (شعبان ۱۳۸۷ھ)

میں ایک مدلل مقالہ شائع کیا تھا، جماعت اہل حدیث ہند کے ممتاز محقق و محدث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مبارک پوری حفظہ اللہ نے مرعاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب المناسک میں اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے آپ بحث کا آغاز کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ہندو پاک کے حجاج جو بحری راستہ سے سفرِ حج میں نکلتے ہیں، ان کا معمول ہے کہ جب ان کا جہاز یمن کے بعض سواحل کے قریب پہنچتا ہے، اور وہ ابھی جدہ بندرگاہ سے ایک شب و روز کی یا اس سے زائد کی دوری پر ہوتا ہے، تو حجاج وہیں سمندر میں احرام باندھ لیتے ہیں، اس خیال سے کہ اب وہ یلملم کے محاذات میں آ گئے جو کہ میقات ہے اہلِ یمن کا اور ان لوگوں کا جو اس راستہ سے مکہ جائیں، ہندو پاک کے حجاج کا یہ عمل میرے نزدیک محل نظر ہے، میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جدہ پہنچنے سے پہلے سمندر میں کہیں بھی احرام باندھنا ان کے لئے ضروری نہیں ہے، حجاج کو چاہیئے کہ اپنا احرام موقوف رکھیں، یہاں تک کہ جب وہ جدہ پہنچ جائیں، تو وہیں سے احرام باندھ کر مکہ کے لئے روانہ ہوں۔"

(ص ۲۲۵-ج ۱۶ طبع بنارس)

اس کے بعد صاحب مرعاۃ نے اس بحث کو بہت ہی مدلل و مفصل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"البتہ ہندو پاک کے وہ حجاج جو ہوائی جہاز سے جدہ جائیں، وہ چونکہ قرن المنازل یا ذاتِ عرق سے ہو کر گزرتے ہیں، اور یہ دونوں اُن مواقیتِ متعینہ میں سے ہیں جن سے بغیر احرام گزرنا جائز نہیں ہے اس لئے ہوائی جہاز سے سفر کرنے والے حجاج کو چاہیئے کہ وہ احرام کا لباس جہاز میں سوار ہونے سے پہلے پہن لیں، اور جب ان دونوں مقامات میں سے کسی میقات پر پہنچیں تو تلبیہ پکارنا شروع کر دیں، اگر ان پر سے گزرنے کی ساعت معلوم نہ ہو سکتی ہو تو احتیاطاً جہاز پر سوار ہونے کے ساتھ ہی احرام باندھ لیں۔"

(مرعاۃ ص ۲۳۰-ج ۶)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

(از دلیل الطالب ص ۴۶)

سوال ۱:- کیا حدیث شریف دَیْنُ اللہِ اَحَقُّ اَنْ یُّقْضٰی کے مطابق اللہ کا قرض بندے کے قرض پر مقدم ہے۔ یا نہیں (یعنی میت پر قرض واجب الاداء ہے، اور فریضہ حج کی ادائیگی بھی باقی ہے، اب پہلے حج کیا جائے یا قرض بذمہ میت ادا کیا جائے)

۲:- نیز کیا میت کے رشتہ داروں کے علاوہ کوئی آدمی میت کی طرف سے اجرت پر یا بلا اجرت

حج کر سکتا ہے. یا نہیں ہے؟

جواب ملا:- مذکورۃ الصدر حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا حصہ ہے جو صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں بایں الفاظ مروی ہے. ان امرأۃ من جھینۃ جاءت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان امی نذرت ان تحج فلم تحج حتی ماتت افاحج عنھا قال نعم حجی عنھا ارأیت لوکان علی امك دین اکنت قاضیۃ اقضوا فاللہ احق بالوفاء اھ یہ حدیث ابن عباسؓ سے متعدد طرق سے مروی ہے. بعض طرق میں تو "ان امرأۃ من جھینۃ" کے الفاظ آئے ہیں، جیسا کہ اوپر گزرا اور بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں۔ "ان امرأۃ من خثعم قالت یارسول اللہ ان ابی ادرکتہ فریضۃ اللہ من الحج شیخاً کبیراً لا یستطیع ان یستوی علی ظہر بعیرہ قال فحجی عنہ، یہ حدیث صحیحین وغیرہما میں ہے اور خثعمیہ عورت سے اس قصہ کو احمد اور ترمذی نے حضرت علیؓ کی روایت سے ذکر کیا ہے، ترمذی نے اس کی تصحیح بھی کی ہے، نیز احمد اور نسائی نے بسند صالح عبداللہ بن زبیر کی روایت سے ذکر کیا ہے، اور عبداللہ بن زبیر کی ایک روایت میں یہ لفظ ہے "فقال ان اختی نذرت ان تحج" اور امام نسائیؒ، شافعیؒ، ابن ماجہؒ اور دارقطنی نے جو ابن عباس کی حدیث روایت کی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں:- قال اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم رجل فقال ان ابی مات وعلیہ حجۃ الاسلام افاحج عنہ قال ارأیت لوکان ابوك ترك دیناً علیہ اقضیتہ عنہ قال نعم قال فاحج یہ احادیث اور اس معنی پر دال دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قریبی اپنے قریبی رشتہ دار کی طرف سے اگر چاہے تو حج کر سکتا ہے خواہ میت نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو،

۲:- اجنبی کا اجنبی کی طرف سے حج کرنا۔ اس پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل نظر سے نہیں گزری، بلکہ ابن عباسؓ کی روایت صراحۃً اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرابت باہمی سے حج کرنے کا فائدہ ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں

ان النبیؐ سمع رجلا یقول لبیك عن شبرمۃ قال من شبرمۃ قال اخ لی او قریب لی قال حججت عن نفسك قال لا قال حج عن نفسك ثم حج عن شبرمۃ اخرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ وابن حبان وصححہ والبیھقی وقال اسنادہ صحیح ولفظ ابن ماجۃ فاجعل ھذہ عن نفسك ثم احجج عن شبرمۃ ولفظ الدارقطنی قال ھذہ عنك وحج عن شبرمۃ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی بجائے شبرمہ کی طرف سے تلبیہ پڑھتے سنا تو فرمایا شبرمہ کون ہے اس نے عرض کی میرا بھائی یا رشتہ دار ہے، آپ نے فرمایا کیا تو نے اپنی طرف سے حج کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پہلے اپنی طرف سے حج کر، اور پھر شبرمہ کی طرف سے) والحدیث معل بعلۃ الوقف وذا لیس بعلۃ قادحۃ لان زیادۃ الرفع متعین بالقبول علی ما ذھب الیہ اھل الاصول وبعض اھل الحدیث قال شیخنا وبرکتنا الشوکانی وھو الحق اذا جاء

الزیادۃ من طریق ثقۃ وھی ھنا کذالک فان الذی رفع الحدیث عبد بن سلیمان وھو ثقۃ من رجال الصحیح وقد تابعہ علی ذلک محمد بن بسر ومحمد بن عبید اللہ الانصاری وقد اختلف ائمۃ الحدیث علی ترجیح الرفع علی الوقف او العکس فرجح الاول عبد الحق وابن القطان ورجح الثانی الطحاوی والحق ما عرفت قد قیل ان اسم الملبی نبیشۃ وقیل ہو اسم الملبی عنہ اھ اجنبی کی جانب سے اجنبی کے حج کے صحیح ہونے کے قائلین کا استدلال اسی ابن عباس کی مذکورۃ الصدر حدیث سے ہے، حالانکہ اس میں صراحۃً مذکور ہے کہ وہ اس کا بھائی تھا، پس اس حدیث سے اجنبی کی طرف سے حج پر استدلال درست نہیں ہے، اور سعید بن منصور وغیرہ ابن عمر سے بسند صحیح روایت کرتے ہیں، انہ لایحج احد عن احد کہ کوئی کسی کی طرف سے حج نہ کرے، اور ایسی ہی روایت مالک اور لیث سے بھی ہے نیز مالک سے یہ بھی مروی ہے انہ ان اوصی بذالک فلیحج عنہ والافلا یعنی اگر میت نے وصیت کی ہو تو حج کرے، ورنہ، نہ کرے، اور حدیث فدین اللہ احق بالوفاء وفی روایۃ احق بالقضاء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کا ہر وہ حق جس کی قضاء کی مشروعیت ثابت ہو چکی ہے، وہ آدمیوں کے حق پر مقدم ہے چونکہ احق افعل التفضیل کا صیغہ ہے، جس کا مدلول یہی ہوتا ہے، اور مفضل علیہ یہاں مقدر ہے اصل عبارت اس طرح ہو گی۔ فدین اللہ احق بان یقضی من کل دین چونکہ یہ مسئلہ علم معانی میں ثابت شدہ ہے، کہ متعلق کا حذف عموم پر دلالت کرتا ہے، مقامات خطابیہ میں، اگر فرض کریں کہ اس کا مخصص حدیث کے پہلے ٹکڑے میں ہے ارأیت لو کان علی ابیک دین. لہٰذا یہ عام نہیں رہا تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں عموم نہیں ہے، بلکہ یہ اس آدمی کے قرض کے ساتھ خاص ہے پس اس صورت میں مقدر عبارت یہ ہو گی. فدین اللہ احق بالوفاء من دین الآدمی، اور یہ بھی ہمارے مطلوب پر دلالت کرتا ہے، ہم نے مشروعیتِ قضاء کے ثبوت کی قید اس لئے لگائی ہے، کہ بعض حقوق اللہ بندوں پر ایسے بھی واجب ہیں، جن کی قضاء کی مشروعیت اس صورت میں کہ جس پر وہ حق واجب ہے. عاجز آگیا یا مر گیا ثابت نہیں ہے، اور بعض حقوق ایسے ہیں کہ جن کی قضاء ایک خاص صفت کے ساتھ عاجز ہونے اور وفات پانے کے بعد بھی ثابت ہے، جیسے کہ حج ہے کہ اس کی قضاء قریب کی طرف سے ثابت ہے اجنبی کی طرف سے نہیں ثابت، ایسے ہی روزے کے بارے میں آیا ہے اَنَّ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْہِ صَوْمٌ صَامَ عَنْہُ وَلِیُّہٗ. یعنی جو شخص اپنے ذمہ روزے چھوڑ کر مر گیا، اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے، اور ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو غیر ولی کے روزے رکھنے پر دلالت کرے، سو ان دلائل کے پیش نظر اگر قریبی کسی کی طرف سے حج کرے، تو وہ میت کی طرف سے ادا ہو گا، اور دیگر قرضوں پر اس کو روایت حاصل ہو گی، اور کسی اجنبی کی طرف سے ادائیگی کا جبکہ ثبوت ہی نہیں ہے تو پھر دیگر قرضوں پر اولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے خیال میں تو کسی اجنبی کی طرف سے اجرت پر یا بغیر اجرت میت کے لئے حج کرنا ممنوع اور ناجائز ہے، واجب القضاء حقوق کو تو کجا پہنچے گا، اس کو حدیث فدین اللہ احق بالقضاء میں داخل کرنا ٹھیک نہیں، جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ حج میت کی طرف سے جائز بھی ہے، نیز یہ کہ یہ حج بھی اللہ کے واجب الاداء حقوق میں سے ایک حق ہے۔ وھا برھان صحیح لا مجرد القیاسات التی لا تقوم بها الحجة والمناسبات التی لیست من الادلة فی ورد ولا صدر فمن جاء بالحجة المقبولة فبها ونعمت ومن لم یأت بذالك فلا یتعب نفسه ویتعب عباد الله بما لم یشرعه الله ولا اوجبه۔

انتهی مترجما من الفارسیة الی الاردیة من "دلیل الطالب علی ارجح المطالب" للعلامة النواب السید ابی الطیب صدیق بن حسن القنوجی البخاری البوفالی المتوفی ۱۳۰۷ھ رحمه الله تعالی۔

(مترجم فقیر الی اللہ عبدالرشید بن عبدالعزیز سلفی عفی اللہ عنہما مدرس جامعہ سعیدیہ خانیوال)

فتاویٰ علماء حدیث کی اہمیت

مولانا عارف حصاری کی نظر میں

مولانا سعیدی صاحب نے علماء کرام اہل حدیث کے فتووں کی اشاعت شروع کر رکھی ہے، ماشاء اللہ یہ کام بہت مفید اور بیحد مستحسن ہے اور نافع عام وخاص ہے، اس اہم اور عظیم الشان کام کے سرانجام دینے، جانی ومالی ایثار اور محنت کرنے کی وجہ سے مبارک باد کے مستحق ہیں وہ عظیم المرتبہ کام کر رہے ہیں جو کسی ادارہ نے نہیں کیا، اگر انہوں نے اسی طرح تمام مسائل شرعیہ کے فتووں کی اشاعت کا کام مسلسل جاری رکھا تو شاہی فتاویٰ عالمگیری کی سرحد کو پہنچ جائے گا۔ اور اگر حکومت اسلامی قائم ہو گئی اور نظام شریعت نافذ ہوا اور انھوں نے بھی سرعت سے محنت شاقہ سے کام لے کر عبادات کی منازل طے کر کے معاملات کی منزلوں سے گزرتے ہوئے مقدمات اور عدالتوں کے فیصلوں کے مسائل اور فتوی کتاب الدعوی اور کتاب الشہادت وغیرہ کے نام سے کئی جلدیں تیار کرنی پڑیں گی، اگر وہ اکیلے یہ کام اختتام تک پہنچائیں تو بہت دشوار اور مشکل ہے، انہیں معلوم ہے عالمگیر بادشاہ کے خصوصی انتظام اور پانچسو علماء حنفیہ نے مل کر یہ کام سرانجام دیا تھا تو انکے تعاون کیلئے بھی پانچسو یا دوسو یا یکصد نہ سہی دس علماء کرام تو متعین ہونے چاہیے، اور مخیر حضرات کو بھی خصوصی تعاون کرنا چاہئے، یہ کام آئین اسلام کو کتاب وسنت کی رو سے نافذ کرنے میں اہل حدیث علماء کیلئے نہایت ضروری ہے کہ وہ دور حاضر میں پیش آمدہ مسائل کے بارہ میں فتووں کو جلد ترتیب دیں۔ (مولانا) عبدالقادر عارف حصاری۔ (اخبار الاسلام جلد ۹ شمارہ ۴۶)

فہرست ابواب "فتاویٰ علماء حدیث"

قیمت ۱۵/۰۰

جلد اوّل۔ دوم۔ سوم مجلد 39.00۔ جلد چہارم 24.00۔ جلد پنجم 30.00 روپے جلد ہفتم غیر مجلد 12.00

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ سعیدیہ۔ خانیوال۔ ضلع ملتان